خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصّہ

مجیب اللہ ندوی

باسمہ تعالیٰ

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصہ

(دسویں صدی ہجری تک)

مرتبہ

مجیب اللہ ندوی

شائع کردہ
ندوة التالیف والترجمہ۔ جامعۃ الرشاد۔ رشاد نگر
اعظم گڑھ

(نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد)

نام کتاب ـــــــــــ خدمت حدیث میں خواتین کا حصہ

مرتب ـــــــــــ (مولانا) مجیب اللہ (صاحب) ندوی

ناشر ـــــــــــ ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ

سنہ اشاعت ـــــــــــ ۱۹۹۴ء

تعداد اشاعت ـــــــــــ ۱۰۰۰ ہزار

مطبع ـــــــــــ نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ۔ فیض آباد

کاتب ـــــــــــ اشرف بستوی عبد الرحمٰن

قیمت ـــــــــــ

فہرست خدمت حدیث میں خواتین کا حصہ

صحابیات

دوسری تیسری صدی

تابعات

چوتھی صدی

دیباچہ

آئندہ سطروں میں حدیث نبوی کے سلسلہ میں پردہ نشین عورتوں کی خدمات کا جو مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پردہ عورتوں کی علمی و فکری ترقی میں حارج نہیں ہے، بلکہ پردہ کی وجہ سے انہیں جو یکسوئی حاصل ہوتی ہے وہ بے پردہ عورتوں کو حاصل نہیں ہوتی اور یکسوئی ہی ساری علمی و فکری ترقی کی ضامن ہے۔ حال کا مشاہدہ ہے کہ لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کے تعلیمی نتائج اس لئے بہتر ہوتے ہیں کہ وہ اپنی فطری حیا و شرم اور محدود دائرہ کار کی وجہ سے لڑکوں کے مقابلہ میں انتشارِ ذہنی میں کم مبتلا ہوتی ہیں اور یہی انتشار کی کمی ان کو کامیاب بناتی ہے۔

اسلام نے زندگی کے مختلف شعبوں کی سرگرمیوں کے سلسلہ میں مرد اور عورت کی فطری جبلت اور صلاحیت کو سامنے رکھ کر ہر صنف کے لئے کچھ خاص دائرہ اختیار اور حقوق و فرائض ضرور مقرر کر دیئے ہیں مگر عام انسانی حقوق و فرائض اور علمی و فکری ترقی اور اس کے مواقع سے فائدہ اٹھانے میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ جس طرح اس کے مخاطب مرد ہیں اسی طرح عورتیں بھی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

حکم الرجل حکم المرأۃ ھو مطرد فی جل الاحکام ید خلن مع الرجال	جو حکم مردوں کو دیا گیا ہے وہی عورتوں کے لئے بھی ہے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ عام اسلامی احکام میں

بالتبعیۃ الا ماخصہ الدلیل (ج ۲ ص ۵۳۹)

مردوں کے ضمن میں عورتیں داخل ہوتی ہیں الا یہ کہ کسی خاص دلیل سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حکم خاص کسی ایک صنف کے لئے ہے۔

ظاہر ہے کہ حیض و نفاس اور حمل و ولادت جیسے احکام کا تعلق مردوں سے نہیں ہو سکتا اور اہل و عیال کی معاشی اور دوسری اجتماعی ذمہ داری عورتوں پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ ان قرائن کی بنا پر یا کسی صراحت کی بنیاد پر کوئی حکم کسی صنف کے ساتھ مخصوص ہوگا، ورنہ جہاں کوئی قرینہ یا صراحت نہ ہو اس حکم کے دونوں مخاطب سمجھے جائیں گے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے پردہ کی وجہ سے عورتوں کو پیچھے ڈال دیا ہے وہ یا تو اسلامی تعلیمات سے پورے طور پر واقف نہیں ہیں یا پھر مغربی تہذیب کی مرعوبیت یا اپنی اباحیت پسندی کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں ورنہ پوری اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے کہ پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے عورتوں نے اپنے دائرہ کار میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں اور ان کی گود سے بڑی بڑی شخصیتیں ابھری ہیں مثلاً وراثت کی تقسیم کے سلسلہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت نے لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کو آدھا حصہ دلوایا ہے جس سے صنف نازک کی حق تلفی ہوتی ہے مگر ان کی نظروں سے یہ پہلو اوجھل رہ گیا کہ لڑکی کو لڑکے سے کم حصہ اس لئے نہیں دیا گیا ہے کہ وہ کوئی کمتر مخلوق ہے بلکہ ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کے اوپر کوئی معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے بلکہ معاش کی ساری ذمہ داری لڑکے پر ڈالی گئی ہے لڑکی کا سارا سرمایہ اپنی جگہ پر محفوظ رہتا ہے پھر وہ لڑکی کی حیثیت سے بھی اپنا حصہ پاتی ہے اور بیوی کی حیثیت سے بھی اپنا حصہ پاتی ہے۔

وراثت کی یہ تقسیم ذمہ داری کے لحاظ سے کی گئی ہے ایسا کسی تحقیر یا حق تلفی

کی بنا پر نہیں کیا گیا ہے۔ اگر دونوں کو برابر حصہ دیا جاتا اور لڑکے پر معاشی ذمہ داری کا بوجھ بھی ڈالا جاتا تو البتہ یہ حق تلفی ہوتی۔

حالات کے بگاڑ اور معاشرتی خرابی کی بنا پر عہد صحابہ سے ہی پنجوقتہ نمازوں میں مسجد میں آنے اور دوسری اجتماعی جگہوں پر جانے میں ان پر کچھ پابندیاں ضرور لگائی گئیں مگر جس طرح عہد نبوی میں ان کے لئے وعظ و نصیحت کی علیحدہ مجلسیں قائم کی جاتی تھیں اور پردہ کے ساتھ ان کی ساری علمی و عملی سرگرمیاں جاری تھیں وہ اس کے لئے سفر کرتی تھیں، جہاد میں شریک ہوتی تھیں۔ اور اس میں زخمیوں کی خدمت کرتی تھیں ان کو پانی پلاتی تھیں، مرہم پٹی کرتی تھیں۔ آخری صدیوں میں کچھ طبقات نے اپنے ایک مخصوص نظامِ معاشرت کے تحت ان کے سلسلہ میں کچھ تنگ نظری کا مظاہرہ ضرور کیا مگر مجموعی طور پر وہ ہر شعبۂ زندگی میں اخلاقی حدود کے اندر برابر رواں دواں رہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

نعم النساء نساء الانصار لم یکن یمنعن الحیاءَ ان یتفقهنَ فی الدین[1]	انصار کی عورتیں بہترین ہیں کہ دین کی باتیں سیکھنے اور ان میں پوری سمجھ حاصل کرنے میں ان کو جھجک محسوس نہیں ہوتی۔

گویا حضرت عائشہ دوسری عورتوں کو اس بات کی ترغیب دے رہی ہیں کہ حصول علم میں حیا و شرم حارج نہیں ہونی چاہئے بلکہ جس طرح عورتیں پردہ کی رعایت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرکے برابر اپنے علم میں اضافہ کرتی رہتی تھیں ویسے ہی آج بھی ان کو کرنا چاہئے۔ اگر حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے فتاوے کو جمع کر لیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے گی۔

ایک بار عورتوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ مردوں کو تو آپ سے

---

[1] بخاری و مسلم۔ فتح الباری ص ۲۱۲ کتاب الحیض

استفادہ کرنے کا بہت موقع ملتا ہے اور ہم عورتیں اس سے محروم رہ جاتی ہیں۔ تو آپ ایک دن صرف ہمارے لئے مقرر فرمادیں تاکہ ہم آپ سے براہ راست استفادہ کرسکیں۔ چنانچہ آپ نے ان کے لئے ایک خاص جگہ اور خاص دن مقرر فرمادیا اور آپ برابر وہاں تشریف لے جاتے اور ان کو وعظ و نصیحت فرماتے اور وہ آپ سے ہر طرح کے مسائل دریافت کرتیں[1] اسی طرح عید کے دن آپ عورتوں کے مجمع میں تشریف لے جاتے اور ان کو وعظ فرماتے۔ حدیث کی تمام کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

وفی ہذا الحدیث من الفوائد ایضاً استحباب وعظ النساء وتعلیمھن الاسلام وتذکیرھن مما یجب علیھن ویستحب حثھن علی الصدقۃ و تحضیضھن بذالک فی مجلس منفرد ومحل ذالک کلہ اذا امن الفتنۃ و المفسدۃ[2]	اس حدیث سے بیشمار مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ مستحب ہے کہ ان کو اچھی باتوں کی نصیحت کی جائے اور اسلامی احکام سکھائے جائیں اور ان کے اوپر اللہ کے اور بندوں کے کیا حقوق ہیں انکی یاددہانی کرائی جائے انکو راہِ حق میں خرچ کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر ابھارا جائے اور ان باتوں کے لئے ان کے الگ اجتماع کئے جائیں مگر ان سب کے لئے شرطیہ ہے کہ جب اس سے معاشرہ میں کوئی فتنہ وفساد پیدا نہ ہو

گویا عورتوں کی علمی وعملی سرگرمیوں میں دو باتیں ملحوظ رکھنی ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ انکے جسم کا پردہ اور انکی فطری حیا وشرم باقی رہے۔ دوسرے ان کی اجتماعی سرگرمیوں سے کوئی دینی، اخلاقی یا معاشرتی برائی پیدا ہونے کا قوی اندیشہ نہ ہو۔ اسی آخری قید کی وجہ سے عہدِ صحابہ میں مختلف قوموں کے اختلاط اور خاص طور پر ایرانیوں کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد بہت سی معاشرتی خرابیاں پیدا ہونے لگیں اور شر وفساد کی

---

[1] امام بخاری نے اسکے لئے الگ ایک باب قائم کیا ہے۔ [2] فتح الباری ج ۲ ص ۵۴۴

مختلف صورتیں سامنے آنے لگیں تو عورتوں کے اجتماعی جگہوں پر جانے میں احتیاط برتی جانے لگی، جہاں یہ صورت نہ ہو وہاں آج بھی مذکورہ بالا حدود کے اندر زندگی کی اجتماعی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ان کو پوری اجازت ہے۔

عورتوں کے مسائل پر غور کرنے کے سلسلہ میں یہ بات بھی بار بار کہی جاتی ہے کہ اسلام نے عورتوں کو گھر کی چہار دیواری میں بند کر دیا ہے جس سے وہ زندگی کی اجتماعی سرگرمیوں میں پورا حصہ نہیں لے پاتیں جس سے مسلم معاشرہ کو نقصان پہنچتا ہے اور معاشرہ کا ایک عضو معطل ہو کر رہ جاتا ہے بظاہر یہ بات بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے اور مغرب نے اسے بہت ہوا دی ہے جس سے مسلمانوں کا ایک پڑھا لکھا طبقہ اس سے متاثر ہو کر تمام دینی و اخلاقی قدروں کو پامال کر کے عورتوں کو بھی زندگی کی تمام اجتماعی سرگرمیوں میں سرپٹ دوڑا دینے کو ترقی سمجھنے لگا ہے۔

لیکن یہاں اصل سوال یہ قابل غور ہے کہ ایک اچھی اور باکردار نسل کیسے پیدا ہو؟ خاندانی نظام کو مضبوط کر کے یا اس کو کمزور اور منتشر کر کے؟ پہلا نقطۂ نظر اسلام نے دنیا کو دیا اور دوسرا نقطۂ نظر مغرب نے نشاۃ ثانیہ کے بعد دیا۔

خاندانی نظام کو مضبوط رکھنے اور اس کے ذریعہ ایک باکردار نسل پیدا کرنے میں سب سے بڑا رول عورت کا ہوتا ہے یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورت اس کام کے لئے اپنے وقت کا بڑا حصہ اس میں لگا دے، اور یہ گھر کے اندر رہ کر ہی ہو سکتا ہے، گھر کے باہر رہ کر نہیں ہو سکتا۔

اسی نقطۂ نظر کے مطابق دنیا میں صدیوں تک عمل ہوتا رہا اور اس کے ذریعہ ایسی باکردار نسل پیدا ہوتی رہی جس کے اندر محبت اور بھائی چارہ کی فضا دکھائی دیتی رہی اور اس کے ذریعہ پوری دنیا انسانیت کو مادی و اخلاقی فائدہ پہنچتا رہا اور اس ذمہ داری کے ساتھ عورت اخلاقی حدود کے اندر علمی و اجتماعی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی رہی اور

اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ اسلام ان کی تعلیم و ترقی کی بھرپور تائید ہی نہیں کرتا بلکہ ترغیب دیتا ہے بشرطیکہ خاندانی نظام درہم برہم نہ ہونے پائے اور ایک باکردار نسل پیدا کرنے کا کام اس سے متاثر نہ ہو۔

کتاب کے اندر ان کے علم و فضل اور اجتماعی سرگرمیوں کے بہت سے واقعات آئیں گے۔ یہاں ہم امام شافعیؒ کی والدہ کے علم و فضل کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

امام علیہ الرحمہ کی والدہ کو کسی معاملہ میں گواہی دینے کے لئے ایک مرد اور ایک عورت کے ساتھ قاضی کی عدالت میں جانا پڑا۔ قاضی نے دونوں عورتوں کی گواہی الگ الگ لینی چاہی تو امام کی والدہ نے گواہی دینے سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر اس لئے قرار دیا ہے کہ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی۔" اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ اور الگ الگ گواہی لینے میں یہ علت باقی نہیں رہے گی۔ قاضی نے مجبور ہو کر دونوں عورتوں کے بیانات ساتھ لئے۔

اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ پردہ میں رہ کر بھی انکی علمی و فکری سطح کتنی بلند تھی۔

(سیرت الشافعیؒ بحوالہ اعتصام لاہور)

دوسرا غیر فطری نقطۂ نظر مساواتِ مرد و زن کا مغرب نے دیا جس نے خاندانی نظام کو درہم برہم کر دیا اور عورت کو آزاد اجتماعی سرگرمیوں میں لاکر معاشرہ کو ہر طرح کے شر و فساد سے بھر دیا ہے۔ آج جو اخلاقی حالت کی رپورٹیں مغربی ملکوں سے آتی رہتی ہیں اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عورت کو صرف جنسی آوارگی کا ایک آلہ بنا لیا گیا ہے۔ شادی سے پہلے نہ جانے کتنی کنواریاں ماں بن رہی ہیں وہ اور ان کے ذریعہ جو بے باپ نسل پیدا ہو رہی ہے وہ وہاں کی حکومتوں کے لئے مسئلہ بنی ہوئی ہے۔

یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں، خاص طور پر مولانا

مودودی کی کتاب "پردہ" اس پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب ساٹھ برس پہلے لکھی گئی تھی، اب مغرب کے حالات اس سے بھی زیادہ خراب ہو چکے ہیں جس کی اس میں عکاسی کی گئی ہے۔

عرب زمانۂ جاہلیت میں اپنی لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے، اس تہذیبِ نو نے ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کو قتل کر دینے کا مہذب ایک طریقہ نکال کر جاہلیت کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ اسلام بہرحال ایسی بے کردار تہذیب کو پسند نہیں کرتا۔

پیشِ نظر مضمون "خدمت حدیث میں خواتین کا حصہ" سے انشاء اللہ پہلے نقطۂ نظر کی کسی حد تک ترجمانی ہو جائے گی۔ دوسرے شعبہائے زندگی میں ان کی خدمات بھی اگر اکٹھا کی جائیں تو ایک ضخیم مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔

یہ بات بھی یہاں قابلِ ذکر ہے کہ ان میں بہت سی خواتین اپنی بیوگی یا اور کسی مجبوری کی بنا پر دستکاری اور دوسرے گھریلو ذرائع سے اپنی معاش کا انتظام بھی کر لیا کرتی تھیں، اور آج یہ ذرائع وسیع پیمانے پر اختیار کئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ ہم ان کو گھر کی ملکہ بنا کر رکھنا پسند کریں بازار کی پری بنا کر ان کی نمائش کرتے نہ پھریں۔

اس ترقی یافتہ دور میں بھی دو چار مستثنیات کو چھوڑ کر عورتوں کے سپرد وہی کام موجودہ حکومتیں بھی کرتی ہیں جو ان کی فطرت اور گھریلو مزاج کے مطابق ہوتے ہیں، اور جہاں وہ اس سے آگے قدم رکھتی ہیں فتنہ و فساد کے علاوہ معاشرہ کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

خادم

مجیب اللہ ندوی، جامعۃ الرشاد

اعظم گڑھ

۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصہ

اسلام سے پہلے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح علم وفن کے شعبہ میں بھی خواتین کے کارناموں کا بہت کم سراغ ملتا ہے۔ خاص طور سے عرب میں تو اس صنف کی حالت اور زار و زبوں تھی، پورے ملک میں مشکل سے دو چار عورتیں پڑھی لکھی مل سکتی تھیں، لیکن یہ اسلام کی علم پروری کا فیض تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مردوں کی طرح عورتوں میں بھی اس نے ایسا انقلاب پیدا کر دیا، کہ ان کی دنیا بدل گئی اور زندگی کے مختلف شعبوں کے ساتھ علم وفن میں بھی انھوں نے اپنا ایک مقام پیدا کر لیا، اور اسلام کا یہ چشمۂ فیض عرب ہی تک محدود نہیں رہا، بلکہ ساری دنیا اس سے سیراب ہوئی۔

لیکن سوء اتفاق سے عام طور پر یہ خیال قائم کر لیا گیا ہے کہ گذشتہ زمانے میں پردہ کی وجہ سے مسلم خواتین زندگی کے کسی شعبہ اور خاص طور سے علم وفن میں کوئی خاص حصہ نہیں لے سکیں اور نہ انہوں نے کوئی قابل ذکر یادگار چھوڑی اور اس زمانہ میں بھی ان کی دنیا گھر کی چار دیواری تک محدود ہے، پھر اسی وہم وخیال کے ماتحت یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ پردہ میں رہ کر مسلم خواتین کی ترقی ممکن نہیں ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ انکو اس قید سے آزاد کر کے میدان عمل میں آنے کی اجازت دی جائے کہ وہ بھی مردوں کے دوش بدوش زندگی کی جدوجہد میں حصہ لے سکیں، اس وقت اس پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے، کہ ایک صالح معاشرہ کی تعمیر اور مسلم خواتین کی واقعی ترقی پردہ میں رہ کر ہو سکتی ہے یا اس قید سے آزاد ہو کر، لیکن تاریخ سے مذکورہ بالا خیال کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے برعکس پتہ چلتا

ہے کہ ابتدائے اسلام سے اس وقت تک سیکڑوں ہزاروں پردہ نشین مسلم خواتین نے حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے گوشۂ علم وفن سے لے کر میدانِ جہاد تک ہر شعبۂ زندگی میں حصہ لیا، اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں اپنا پورا حق ادا کیا، اس مضمون میں صرف ان کی علمی کوششوں کے ایک گوشہ یعنی علم حدیث کے سلسلے میں ان کی خدمات کا تذکرہ مقصود ہے۔

خواتین نے علم حدیث کی جو خدمات انجام دی ہیں، ان کی سب سے پہلی نمائندگی صحابیات پھر تابعات کرتی ہیں، اس لئے سب سے پہلے انہی کے کارناموں کا اجمالی نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کی طرح صحابیات بھی اپنے ذہن ودماغ کے لحاظ سے ایک درجہ اور مرتبہ کی نہیں تھیں، اور نہ سب کو یکساں طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی، اس لئے ان کی خدمات بھی اسی کے اعتبار سے کم وبیش ہوں گی، کیوں کہ حدیث کی خدمت کے لئے سب سے زیادہ ضرورت صحبت اور فہم وفراست ہی کی تھی۔

صحابیات میں ازواجِ مطہرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر لحاظ سے زیادہ خصوصیت حاصل تھی، اس لئے اس سلسلہ میں ان کی خدمات سب سے زیادہ ہیں، ان میں بھی حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے کارنامے سب سے زیادہ ہیں۔

حضرت عائشہؓ مکثرین رواۃ صحابہ (یعنی وہ صحابہ جن کی روایات کثرت سے موجود ہیں) میں ہیں، ان کی مرویات کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔ جن میں ۲۸۶ حدیثیں بخاری ومسلم میں موجود ہیں، مرویات کی کثرت کے لحاظ سے صحابہ میں ان کا چھٹا نمبر ہے۔

مرویات کی کثرت کے ساتھ احادیث سے استدلال اور استنباطِ مسائل ان کے علل واسباب کی تلاش وتحقیق میں بھی ان کو خاص امتیاز حاصل تھا، اور ان کی اس صفت میں بہت کم صحابہ ان کے شریک تھے، کتبِ حدیث میں کثرت سے اسکی مثالیں موجود ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک روایت متعدد صحابہ سے مروی ہوتی ہے۔ اور حضرت عائشہؓ بھی وہی

روایت کرتی ہیں، لیکن وہ اپنی روایت میں اس کی علت وحکمت کا بھی تذکرہ کر دیتی ہیں جس سے اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے، بلکہ بسا اوقات وہ عمل کے لئے زیادتی شوق کا سبب بنجاتی ہے، مثلاً غسلِ جمعہ کے سلسلہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اس دن غسل کرنا چاہیے، اول الذکر دونوں بزرگ صرف اتنا بیان کرتے ہیں، کہ جمعہ کا غسل ضروری ہے مگر حضرت عائشہ نے اپنی روایت میں اس کی علت وحکمت بھی بیان کر دی ہے۔

كان الناس يتناوبون من منازلهم والعوالي فياتون في الغبار تصيبهم الغبار والعرق فيخرج منهم العرق فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم انسان منهم وهو عندى فقال النبى صلى الله عليه وسلم لو انكم تطهرتم ليومكم هذا

(بخاری کتاب الجمعہ)

لوگ اپنے اپنے گھروں اور مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے نماز کے لئے، آتے تھے اور گرد وغبار اور پسینہ سے شرابور ہوتے تھے، ایک دفعہ ایک صاحب آپؐ کے پاس آئے وہ میرے قریب ہی بیٹھے تھے، آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم آج کے دن غسل کر لیتے تو کیا بہتر ہوتا۔

ایک سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھایا جائے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے اسے دائمی حکم سمجھا۔ حضرت عائشہ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حکم واجب اور دائمی نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، اس حکم سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ قربانی کا گوشت لوگ جمع نہ کریں۔ بلکہ دوسروں کو کھلا پلا دیا کریں[1]

بعض مرتبہ راوی کو پوری حدیث محفوظ نہیں ہوتی تھی، صرف حدیث کا ایک ٹکڑا

---

[1] سیرۃ عائشہ ص ۱۴۸ مؤلفہ مولانا سید سلیمان ندویؒ۔

یا درہ جاتا تھا، یا روایت کے مغزِ سخن تک نہ پہنچنے کی وجہ سے جب وہ حدیث روایت کی جاتی تھی، تو روایت کا پورا مفہوم سامنے نہیں آتا تھا، بلکہ بسا اوقات معنی بھی بدل جاتے تھے، حضرت عائشہ جب بھی ایسی حدیث سنتی تھیں توان کی تصحیح یا تردید کر دیتی تھیں، اس سلسلہ میں انہوں نے اکابر صحابہ تک سے اختلاف یا ان کی روایت پر استدراک کیا ہے تقریباً ایسی چالیس حدیثیں ہیں جن میں انہوں نے صحابہ پر استدراک کیا ہے۔ امام سیوطی نے ان روایات کو ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے، اس کا نام عین الاصابہ ہے۔ سید صاحب نے اس کو از سر نو اڈٹ کر کے اپنی کتاب سیرت عائشہؓ کے آخر میں شامل کر دیا ہے، اور اس کے کچھ نسخے الگ سے بھی چھپوائے ہیں، جو دار المصنفین سے مل سکتے ہیں، اس رسالہ کے دیکھنے سے احادیث میں ان کی دقتِ نظر اور نکتہ سنجی کا اندازہ ہوتا ہے، توضیح کیلئے دو ایک مسئلے پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت عائشہ سے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ تین چیزوں میں بد شگونی ہے، عورت میں سواری میں، اور گھر میں، حضرت عائشہؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوری حدیث نہیں سنی، پوری حدیث یہ ہے کہ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے وہ کہتے ہیں کہ بد شگونی تین چیزوں میں ہے، عورت میں، گھوڑے میں اور گھر میں۔" ابو ہریرہ نے حدیث کا آخری ٹکڑا تو سنا اور پہلا نہیں سنا[1]

بعض صحابہ سے روایت ہے کہ "مردہ پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ نے جب یہ روایت سنی تو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] عین الاصابہ بحمد اللہ ۱۳۴۶ھ میں جب اس کا نیا ایڈیشن چھپا تو حضرت سید صاحب نے اس کے مسودہ کے اغلاط میں تصحیح راقم الحروف کے سپرد کی تھی۔

نے کبھی یہ نہیں فرمایا ہے کہ گھر والوں کے رونے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے، بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک دن ایک یہودی کے جنازہ کے پاس سے گذرے، اس کے گھر والے اس کا ماتم کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ روتے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے"! مقصود یہ ہے کہ یہ تو رو رہے ہیں، اور مردہ اپنے اعمال کی سزا میں مبتلا ہے پھر فرمایا کہ ہر شخص اپنے فعل کا جواب دہ ہے اور استدلال میں یہ آیت تلاوت کی۔

ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (فاطر ۱۸) — اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

عین الاصابہ میں اس کی اور بہت سی مثالیں ہیں، حضرت عائشہؓ سے جن بزرگوں نے استفادہ کیا ہے ان میں بہت سے صحابہ اور کبار تابعین ہیں مثلاً عروۃ بن زبیر سعید بن المسیب، عبداللہ بن عامر، مرزدق بن اجدع، عکرمہ، علقمہ، صفیہ بنت عبید، عطا بن یسار، یہ چند نام لکھ دیئے گئے ہیں ورنہ ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد سو سے متجاوز ہے،

ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ کے بعد ام سلمہؓ ممتاز نظر آتی ہیں، محمد بن لبید کا قول ہے۔

کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحفظن من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ولا مثلا لعائشۃ وام سلمہ[1] — ازواج مطہرات کو کثرت سے احادیث یاد تھیں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہؓ سب سے زیادہ ممتاز تھیں۔

انہیں حدیث سننے کا بے حد شوق تھا، ایک مرتبہ گھر میں بال گندھوا رہی تھیں،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۷۵

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، زبان مبارک سے جونہی ایہا الناس (اے لوگو!) نکلا، آپ نے مشاطہ سے کہا کہ بال باندھ دو، اس نے کہا جلدی کیا ہے؟ ابھی تو آپ نے ایہا الناس ہی کہا ہے، بولیں کیا خوب ہم آدمیوں میں نہیں ہیں، اس کے بعد خود بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے سے پورا خطبہ سنا[1]۔

حضرت عائشہ حدیث میں گو خود بلند درجہ رکھتی تھیں، لیکن بعض مرتبہ انہیں بھی ام سلمہؓ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا، حضرت عبداللہ بن زبیر عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے، حضرت عائشہ کے واسطے سے حدیث بیان کی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے، حضرت عائشہ کے پاس تصدیق کے لئے آدمی بھیجا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث ام سلمہؓ سے پہنچی ہے حضرت ام سلمہؓ کے پاس آدمی گیا، اور قول نقل کیا تو فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ عائشہ کی مغفرت کرے، انہوں نے بات نہیں سمجھی، کیا میں نے ان سے یہ نہیں کہا تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی ممانعت فرمائی[2]۔

حضرت ام سلمہؓ کی مرویات کی تعداد ۳۷۸ ہے ان کے فتاوے بھی کثرت سے ہیں، علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ اگر ان کے فتاوے جمع کئے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے (ج ۱ ص ۱۳) ان کا شمار محدثین کے تیسرے طبقہ میں ہے، حضرت ام سلمہؓ کے تلامذۂ حدیث میں بے شمار تابعین اور بعض صحابہ شامل ہیں چند مشاہیر کے نام یہ ہیں۔

اُسامہ بن زید، سلیمان بن یسار، سعید بن مسیب، عبداللہ بن رافع، نافع مولیٰ ابن عمر، عروہ بن زبیر، عکرمہ، ابوسلمہ، ابوعثمان الہندی، ہند بنت الحارث، خیرہ والدہ حسن بصری

---

[1] مسند ج ۲ ص ۳۰۲ [2] بخاری ج ۲ ص ۶۲۷۔

زینب آپ کی صاحبزادی وغیرہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات نے بھی حدیث کی روایت اور اشاعت میں حصہ لیا، حضرت حفصہؓ سے مسند میں ۶۰ حدیثیں مروی ہیں، حدیث میں ان سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ روایت کرتے ہیں، حضرت ام حبیبہ سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے تلامذۂ حدیث بھی کچھ کم نہیں ہیں، مثلاً عروہ بن زبیر، زینب بنت ام سلمہ، ابوصالح السمان وغیرہ، حضرت میمونہ سے ۴۶ حدیثیں منقول ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبدالرحمن بن سائب، یزید بن عاصم، عطار بن یسار، وغیرہ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہ سے بھی متعدد روایتیں مروی ہیں۔

صحابیات میں مشکل ہی سے کوئی صحابیہ ایسی ہوں گی، جن سے کوئی نہ کوئی روایت موجود نہ ہو جن سے متعدد روایتیں موجود ہیں، ان کے نام مع تعدادِ حدیث یہ ہیں۔

حضرت ام الفضل ان سے ۳۰ حدیثیں مروی ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں، حضرت ام رومان اور ام سلیمؓ سے چند حدیثیں مروی ہیں، ام سلیمؓ سے بڑے بڑے صحابہ مسائل دریافت کرتے تھے، ایک بار کسی مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت زید بن ثابتؓ میں اختلاف ہوا، تو دونوں بزرگوں نے ان ہی کو حکم مانا[1]، ان دونوں بزرگوں کے علاوہ متعدد صحابہ اور تابعین نے ان سے روایت کی ہے حضرت ام عمارہؓ اور حضرت ام عطیہؓ سے بھی متعدد روایتیں منقول ہیں حضرت ام عطیہ سے متعدد صحابہ و تابعین مثلاً حضرت انسؓ، محمد بن سیرین، حفصہ بنت سیرین، وغیرہ نے روایت کی ہے صحابہ و تابعین ان سے مردہ کو نہلانے کا طریقہ سیکھتے تھے[2]، حضرت ربیع بنت مسعودؓ سے ۲۱ حدیثیں صرف مسند میں مروی ہیں، علمی اعتبار سے ان کا پایہ بہت بلند ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امام زین العابدین ان سے مسائل دریافت کرتے تھے، ان بزرگوں کے علاوہ عائشہ

---

[1] مسند ج ۶ ص ۴۳۰ [2] تہذیب ج ۲ ص ۴۵۵

بنت انس، سلیمان بن یسار، ابوسلمہ، نافع مولیٰ، ابن عمر، وغیرہ ان کے رواۃ میں ہیں[1]۔

حضرت ام ہانی گو قدیم الاسلام نہیں تھیں۔ لیکن ان کی روایت سے ۴۶ حدیثیں مسند میں موجود ہیں، ان کے رواۃ کی تعداد ۲۰ کے قریب ہے، ان میں عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ متعدد کبار تابعین مثلاً امام شعبی، عروہ بن زبیر، مجاہد ابن ابی لیلیٰ، عطار بن یسار، کریب، محمد بن عقبہ وغیرہ ہیں۔

خانوادۂ صدیقی میں حضرت اسمار بنت عمیس، حضرت صدیق کی زوجہ مکرمہ اور حضرت اسمارؓ آپ کی صاحبزادی روایت حدیث میں ممتاز تھیں، بلکہ عام صحابیات میں کثرتِ روایت کے اعتبار سے ان کو سب پر فوقیت حاصل ہے، اسمار بنت عمیس سے ۶۰ حدیثیں اور حضرت اسمارؓ بنت ابی بکر سے ۵۶ حدیثیں مروی ہیں، ان سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت کافی ہے، جن میں حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ ابن زبیر، جیسے صحابہ اور سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، فاطمہ بنت علی، ام عون، عبداللہ بن کیسان، صفیہ بنت شیبہ جیسے تابعین اور تابعات شامل ہیں، ان کے علاوہ فاطمہ بنت قیس، شفا بنت عبداللہ، زینب بنت ابی معاویہ، اسمار بنت ابی معادیہ، اسمار بنت یزید، زینب بنت ابی سلمہ[2] وسبیعہ بنت الحارث وغیرہ بھی اس سلسلۃ الذہب میں شامل ہیں۔

مسانید صحابیات

صحابیات کی کثرت روایت اوران کی خدمت حدیث کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے امام احمد بن حنبلؒ نے ۸۴ صحابیات کی مسانید جمع کی ہیں۔ جن کی مجموعی ضخامت ۴۲۴ صفحات ہیں، ان میں کئی کئی ہزار حدیثیں ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں ۳۹۸ صحابیات

---

[1] اصابہ و مسند [2] اسد الغابہ ج ۵ اور تہذیب ج ۱۲۔

کا تذکرہ لکھا ہے۔ اسی طرح اسد الغابہ اور اصابہ میں ۵۰۰ سے زائد صحابیات کے تراجم موجود ہیں۔ اور مشکل ہی سے کوئی صحابیہ ہونگی جن سے کوئی روایت نہ موجود ہو، تہذیب میں ۳۳۳ عورتوں کا تذکرہ ہے، جن میں بیشتر صحابیات ہیں۔ مگر ان تمام صحابیات کی روایتیں جمع کی جائیں تو ان کی مسانید کے لئے کئی جلدیں درکار ہونگی، کاش اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی توفیق دیتا کہ وہ ان کی مسانید کتب احادیث سے چھانٹ کر یکجا کر دیتا تو بڑا مبارک اور مفید کام انجام پا جاتا۔

تابعات

صحابیات کی صحبت میں جن خواتین نے پرورش پائی یا ان سے استفادہ کیا ان کو تابعات کہا جاتا ہے، صحابیات کی طرح تابعات نے بھی فنِ حدیث کی حفاظت و اشاعت اور اس کی روایت اور درس و تدریس میں کافی حصہ لیا اور بعض نے تو اس فن میں اتنی مہارت بہم پہنچائی کہ بہت سے کبار تابعین نے ان سے اکتسابِ فیض کیا، چند مشہور تابعات کی خدماتِ حدیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے،

حفصہ بنت سیرین، انہوں نے متعدد صحابہ و تابعین سے روایت کی ہے جن میں انس بن مالک، ام عطیہ ام الرائح، خیرہ ام الحسن البصری، ابوالعالیہ، ربیع بن زیاد وغیرہ ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن عون، خالد الحذار، قتادہ، ہشام بن حسان، وغیرہ تابعین شامل ہیں، جرح و تعدیل کے امام یحیٰ بن معین نے ان کو "ثقہ حجۃ" فرمایا ہے ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں کہ "ما ادرکت احدًا افضلہ" میں نے حفصہ سے زیادہ فضل والا کسی کو نہیں پایا۔ ان کے اس فضل کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ بارہ برس کی عمر میں انہوں نے قرآن و حدیث پڑھ لیا تھا،[1]

امام بخاری اور ابو داؤد نے ان کا تذکرہ کیا ہے ابن حبان نے ان کو ثقہ لکھا ہے[2]

---

[1] تہذیب ج ۱۲ ص ۱۴۰۹ [2] ایضًا۔

سنہ ۱۰۱ھ میں وفات پائی، امام ذہبی نے انہیں حفاظِ حدیث کے دوسرے طبقہ میں شامل کیا ہے۔[1]

معاذۃ بنت عبداللہ، انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ اور ام عمروؓ سے اور ان سے ابو قلابہ، قتادہ یزید الرشک، ابو عاصم، حسن بصری کی والدہ وغیرہ نے روایت کی ہے یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ اور حجۃ کہا ہے، ابن حبان نے بھی توثیق کی ہے، جن احادیث کا انہیں علم تھا، ان پر سختی سے عمل بھی کرتی تھیں، ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے پیٹ میں درد تھا، انہوں نے مجھ سے درد کا حال بتایا، بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ کچے گھڑے میں رکھی ہوئی نبیذ ان کو استعمال کرائی جائے، جس میں نشہ آجاتا ہے، چنانچہ میں نے ایک پیالہ نبیذ لاکر ان کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے نبیذ دیکھ کر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اللہ کی پناہ! تم کو معلوم نہیں، کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے نبیذ جر سے منع فرمایا ہے، خیر جو کچھ میرے لئے کیا وہ کافی ہے۔ خدا کی شان کہ وہ پیالہ الٹ گیا اور نبیذ زمین پر گر پڑی، اور ان کو افاقہ بھی ہو گیا۔[2]

عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص، مشہور صحابی حضرت سعدؓ کی صاحبزادی تھیں چھ[5] امہات المومنین کو دیکھا تھا اپنے والد حضرت سعدؓ اور ام ذرؓ سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں آٹھ تابعین ہیں، امام ذہبی نے ان کا شمار حفاظِ حدیث میں کیا ہے، اور تابعین کے تیسرے طبقہ میں ان کو جگہ دی ہے[3] یہ تنہا خاتون ہیں، جن سے امام مالک نے روایت کی ہے[4]۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ لکھا ہے، ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹ [2] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۵۴ [3] ایضاً ج ۱۳ ص ۹۲ [4] ایضاً ج ۱۲ ص ۴۳۶

صفیہ بنت عبید، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ تھیں، حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ، قاسم بن محمد وغیرہ سے روایت کرتی ہیں، ان سے متعدد کبار تابعین مثلاً سالم بن عبداللہ، نافع، عبداللہ بن صفوان وغیرہ نے روایت کی ہے۔ عجلی نے انکو تابعۃ ثقہ لکھا ہے، ابن حبان نے بھی توثیق کی ہے[1]

عائشہ بنت طلحہؓ، حضرت ابوبکرؓ کی نواسی تھیں، اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں، ان سے اجلہ تابعین نے روایت کی ہے، ابن معین اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے عجلی مدنیۃ تابعۃ ثقۃ لکھتے ہیں، ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ ان کے فضل کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے، اور اہل علم ان کا ادب کرتے تھے[2]

عمرہ بنت عبدالرحمٰن، یہ حضرت عائشہؓ کی خاص تربیت یافتہ اور ان کی احادیث کی امین تھیں، ابن حبان کا قول ہے کہ کانت من اعلم الناس لحدیث عائشۃ (حضرت عائشہ کی احادیث کی سب سے بڑی جاننے والی تھیں) ابن المدینی فرماتے ہیں حضرت عائشہؓ کی حدیثوں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد احادیث عمرہ قاسم اور عروہ کی ہیں، عمرہ کے بھائی محمد بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ ما بقی احد اعلم بحدیث عائشۃ[3] اس وقت حضرت عائشہؓ کی احادیث کا ان سے بڑا جاننے والا کوئی موجود نہیں ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابن حزم کو خاص طور سے لکھا تھا۔ "عمرہ کی تمام احادیث ان کے لئے لکھ لیں"۔ ابن سعد نے ان کو عالمہ لکھا ہے[4]۔ امام ذہبی نے ان کو تابعین کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے[5]۔ اور ان کو فقیہ لکھا ہے، ابن معین نے ان کی شان میں ثقۃ حجۃ اور عجلی نے تابعۃ ثقۃ اور

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۲ [2] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۶ [3] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۶ [4] ایضاً [5] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۴

کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔
" ابن المدینی نے "احد ثقات العلماءؒ

حضرت عائشہ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی انھوں نے روایتیں کی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں تیرہ سے زیادہ کبار تابعین ہیں ۱۰۳ھ یا ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔[۲]

فاطمہ بنت المنذر، حضرت زبیر بن العوام کی پوتی، مشہور تابعی ہشام بن عروہ کی بیوی تھیں، انہوں نے متعدد صحابیات وتابعات مثلاً حضرت اسماءؓ، حضرت ام سلمہؓ ام المومنین اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن وغیرہ سے روایت کی ہے، اپنے علم وفضل کے باوجود ہشام بن عروہ نے ان سے روایت کی ہے، عجلی نے ان کے بارے میں مدنیۃ تابعۃ ثقۃ لکھا ہے، اور ابن حبان نے بھی توثیق کی ہے۔[۳]

قیمرہ بنت عمرو مشہور محدث مسروق بن الاجدع کی بیوی ہیں، انہوں نے حضرت عائشہ اور اپنے شوہر مسروق سے روایت کی ہے ان سے روایت کرنے والوں میں امام شعبی، محمد بن سیرین، مقدام بن شریح اور عبداللہ بن شبرمہ وغیرہ کبار تابعین ہیں۔ ابوداؤد اور نسائی میں ان کی روایات موجود ہیں۔ عجلی نے تابعۃ ثقۃ لکھا ہے۔[۴]

ام الدرداء صغریٰ، حضرت ابودرداء کی بیوی تھیں، اور عمر میں ان سے بہت چھوٹی تھیں، یہ یتیم تھیں، حضرت ابودرداء نے ان کی پرورش کی تھی، اور وہ چھوٹی ہی عمر سے ہر وقت حضرت ابودرداء کے ساتھ رہتی تھیں، اور ان کے ساتھ صحابہ کی مجلسوں میں شریک ہوتی تھیں، ان ہی کی تربیت کا فیض تھا، کہ تابعین کے دوسرے طبقہ میں شمار کی جاتی ہیں، انہوں نے حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوہریرہؓ فضالہ بن عبید اور حضرت عائشہ وغیرہ کے علاوہ ام الدرداء الکبریٰ صحابیہ سے کثرت سے روایت

---

[۱] تہذیب ج ۱۲ ص ۸۴۸ [۲] ایضاً [۳] تہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۴ [۴] ایضاً

کی ہیں، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے،

دھی تروی عنہا الحدیث الکثیر[1] یہ ام الدرداء کبریٰ سے بہت کثرت سے حدیثیں روایت کرتی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں تقریباً بیس تابعین ہیں جن میں زید بن اسلم مکحول الشامی مورق العجلی، اور عون بن عبید اللہ وغیرہ ہیں۔

خیرہ حضرت حسن بصری کی والدہ ہیں، یہ حضرت ام سلمہؓ کی لونڈی تھیں اور ان ہی سے استفادہ حدیث بھی کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ سے بھی روایت کرتی ہیں ان سے ان دونوں کے صاحبزادے حسن اور سعید اور علی بن زید حفصہ بنت سیرین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا تابعات کے علاوہ بے شمار تابعات ہیں جنہوں نے اس فن کی ترقی واشاعت میں حصہ لیا ہے، چند نام یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

جبلہ بنت مصفح، جسرہ بنت دجاجہ، جمیلہ بنت وائلہ، ہیابہ بنت عجلان، حبیبہ بنت میسرہ، حفصہ مخزومیہ، زینب بنت ابو سعید خدری، صفیہ بنت الحارث، صفیہ بنت شیبہ، الرباب حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، زفرہ، ریطہ، فاطمہ بنت حسین، فاطمہ بنت علی، ام بلال، کریمہ بنت الحسحاس وغیرہ یہ وہ تابعات ہیں، جنہوں نے متعدد صحابہ سے روایتیں کی ہیں، اور ان سے صحاح میں روایات موجود ہیں، اور ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی توثیق کی ہے۔

ہم نے زیادہ تر ان تابعات کا تذکرہ کیا ہے، جن کا تذکرہ تہذیب یا تذکرۃ الحفاظ میں ہے، ورنہ ان تابعات کی تعداد جنہوں نے روایت حدیث میں حصہ لیا۔ اس سے بہت زیادہ ہے، صرف ابن سعد نے ۹۳ تابعات کا تذکرہ کیا ہے، اصابہ میں تیسری اور چوتھی قسم میں جن خواتین کا تذکرہ ہے، تقریباً سب کا شمار تابعات میں ہے اور ان

---

[1] ا

کی مجموعی تعداد دو سو سے زیادہ ہے۔

تابعات کے بعد دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی میں بھی بے شمار خواتین نے علم حدیث کی روایت اور اس کی ترقی و اشاعت میں حصہ لیا، لیکن افسوس ہے کہ ان صدیوں میں خواتین کے کارناموں کے سلسلہ میں جو کتابیں لکھی گئیں، وہ سب ناپید ہیں، مثلاً ابن مندہ متوفی ۳۹۵ھ، ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، ابو موسیٰ اصفہانی ۵۸۱ھ کی کتابیں اور خصوصیت سے ابن اثیر جزری کی تاریخ النساء، وغیرہ تاہم جن کا تذکرہ متداول کتابوں میں ملتا ہے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی میں بھی جن خواتین نے علم حدیث کی روایت اور اس کی ترویج و اشاعت میں حصہ لیا ان کے نام اور کارنامے حسب ذیل ہیں۔

ام عمر۔ حسان بن زید تابعی کی صاحبزادی تھیں، انہوں نے اپنے والد اور اپنے شوہر یحییٰ بن سعید سے متعدد روایتیں کی ہیں، اور ان سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، ابو ابراہیم محمد الصباح، ابراہیم بن عبد اللہ علی بن مسلم وغیرہ ہیں، ان کے والد نے حضرت علی کو دیکھا تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے والد کی روایت سے حضرت علی کے متعلق یہ نقل کیا ہے۔ کہ ایک دن آپ خطبہ دے رہے تھے، اور بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے، کہ لوگو! تم نے میرے اور عثمان بن عفان کے بارے میں عجیب عجیب باتیں مشہور کر رکھی ہیں، لیکن ہمارا ان کا حال بالکل وہی ہے جو نقشہ قرآن نے اہل جنت کا کھینچا ہے، پھر یہ آیت پڑھی۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ[1] (الحجر ۴۷)	اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے اور سب بھائی بھائی کی طرح تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۳۲۔

امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین ام عمر کے بارے میں فرماتے ہیں، کہ دار معاذ میں میں نے ان سے سماع کیا ہے۔ ان میں کوئی خاص بات نہیں ہے مگر میرے بہت سے اصحاب ان سے روایت کرتے ہیں۔[1]

زینب بنت سلیمان الہاشمیہ یہ اس خانوادے کی چشم وچراغ تھیں، ان کے والد سلیمان کا شمار حفاظِ حدیث میں تھا۔ انہی کی تربیت کا اثر تھا، کہ زینب کو علمِ حدیث سے لگاؤ پیدا ہوا، ان سے متعدد اتباع تابعین نے روایت کی ہے، مثلاً قاضی جعفر بن عبداللہ، عاصم بن علی، احمد بن خلیل وغیرہ، خطیب ان کی روایت سے متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

من افاضل النساء (ج ۱۴ ص ۴۳۴) خواتین میں نہایت فاضلہ تھیں۔

خلفاء تک ان کا احترام اوران کی عزت کرتے تھے، چنانچہ مامون جس کا معمول تھا کہ پردۂ شاہی کے اوٹ سے گفتگو کرتا تھا، لیکن جب زینب پہنچتی تھیں، تو پردہ ہٹا دیا جاتا تھا۔[2]

ان کے علاوہ اسی خانوادہ کی انہی کی ہم نام ایک دوسری زینب بھی تھیں، جن سے کوئی مرفوع حدیث تو مروی نہیں ہے۔ لیکن اپنے والد کی سند سے عبداللہ بن عباس کے دو ایک اثر کی روایت کرتی ہیں۔

عبدہ بنت خالد بن معدان۔ حمص کی رہنے والی تھیں، خالد بن معدان مشہور تابعی ہیں، یہ انہی کی صاحبزادی ہیں، اپنے والد سے روایت کرتی ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کے حالات متداول کتابوں میں نہیں ملتے۔ تہذیب میں ان کے والد کے تذکرہ کے سلسلہ میں یہ واقعہ درج ہے، کہ امام اوزاعی خالد بن معدان کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے، انکی

---

[1] ایضاً ج ۱۴ ص ۴۳۴ [2] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۳۴

وفات کے بعد انہوں نے اپنے تلامذہ سے دریافت کیا کہ ان کی اولاد میں کوئی ہے، لوگوں نے عبدہ کا نام لیا، انھوں نے کہا جاکر ان سے خالد کے حالات دریافت کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔[1]

عبدہ بنت عبدالرحمٰن بغدادیہ، ان کا نسبی تعلق ابوقتادہ انصاری کے خانوادہ سے تھا۔ یہ حضرت ابوقتادہؓ کی پرپوتی ہیں، اپنے والد عبدالرحمٰن سے روایت کرتی ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں محمد بن مخلد۔ سلیمان بن احمد وغیرہ شامل ہیں، ابوقاسم طبرانی نے ان سے چند مرفوع احادیث نقل کی ہیں۔ ان کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں، کہ یہ احادیث حضرت ابوقتادہؓ کی اولاد ہی سے مروی ہیں، اور میں نے ان احادیث کو عبدہ کے علاوہ کسی سے نہیں سنا ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں،

وکانت امرأۃ فصیحۃ متدینۃ (بغدادی ج ۱۴ ص ۴۳۴) — یہ ایک عاقل، فصیح البیان اور حدیث کی روایت میں متدین تھیں۔

خدیجہ ام محمد، انہوں نے امام احمد بن حنبل سے سماع کیا تھا۔ اور ان سے روایت بھی کرتی ہیں، امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ ان سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ

کانت تجیٔ الی ابی تسمع۔ — میرے والد (امام احمد) کے پاس سماع کے لئے آتی تھیں۔

خطیب نے ام محمد کی سند سے ام وردار کا ایک اثر نقل کیا ہے جس کے ایک راوی عبداللہ ہیں وہ اثر یہ ہے۔

حدثنا عبد اللہ بن احمد قال حدثتنی خدیجۃ بنت محمد سنۃ

---

[1] تہذیب ج ۳ ص

ست وعشرين ومائتين قالت حدثنا اسحاق الازرق حدثنا المسعودی عن عون بن عبد الله قال کنا نجلس الی ام الدرداء فتذکر الله عندها فقالوا العلنا قد امللناك؟ قالت تزعمون انكم قد امللتمونی فقد طلبت العبادة فی کل شیئ فما وجدت شیئاً اشفی لصدری ولا امری ان اصیب به الذی ارید من مجالس الذکر۔

(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۳۶)

۲۲۶ھ کے بعد تک زندہ رہیں۔

یہ ذوق صرف آزاد خواتین ہی تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ اس میں لونڈیاں اور باندیاں بھی شریک تھیں۔

امام محمد کے پاس متعدد لونڈیاں رات کے وقت آکر تحصیلِ حدیث کرتی تھیں، ابراہیم بن سعد ایک حافظِ حدیث گزرے ہیں، ان سے ایک بار مسند ابوبکر کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے اپنی لونڈی سے فرمایا کہ مسند ابوبکر کی ۲۳ویں جلد نکال لاؤ، اس سے ان کے علم حدیث کی واقفیت اور ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔

سمانہ بنت حمدان، تیسری صدی کے آخر میں وضاح بن حسان ایک محدث گذرے ہیں، جنہوں نے حدیث میں ایک تحریری یادگار بھی چھوڑی ہے۔ سمانہ انہی کی نواسی ہیں۔ وہ اپنے نانا سے روایت کرتی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر الشافعی اور ابوالقاسم طبرانی ہیں، خطیب نے ان سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۴)

اسی صدی کے آخر میں ایک خاتون فاطمہ بنت محمد بھی تھیں، جنہوں نے حدیث کی خدمت میں حصہ لیا، ان کی زندگی نہایت ہی زاہدانہ تھی۔ وہ مصلے ہی پر سوتی تھیں، ۳۱۲ھ میں وفات پائی۔

چوتھی صدی میں بھی متعدد خواتین نے حدیث کی روایت و سماع میں حصہ لیا۔ مثلاً ام موسیٰ بنت ابراہیم، خطیب نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ بڑی عالمہ و فاضلہ تھیں، لوگ ان سے مسائل پوچھنے کے لئے آتے تھے، اور وہ بے تکلف فتوے دیتی تھیں، ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

ام سلمہ فاطمہ بنت ابی بکر یہ مشہور محدث ابوداؤد سجستانی کی پوتی تھیں، اپنے والد سے روایت کرتی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں متعدد علماء شامل ہیں۔

اس وقت روایتِ حدیث کے دو طریقے رائج تھے، بعض محدثین تحریری طور پر املا کراتے تھے۔ یعنی جتنی روایتیں انہیں اپنے شاگردوں سے روایت کرنا ہوتی تھیں۔ وہ ان کو لکھ کرے جاتے تھے، اور بعض غیر معمولی حافظہ کے لوگ زبانی املا کراتے تھے، ام سلمہ اسی دوسرے گروہ کی تھیں، خطیب نے لکھا ہے کہ میں نے ابوالقاسم عبدالواحد جو ام سلمہ کے شاگرد ہیں، ان کی کتاب میں جو خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی، دیکھا ہے کہ انہوں نے جہاں ام سلمہ سے روایت کی ہے وہاں یہ عبارت درج ہے

املاءً من حفظها فی خزل ابی اسحاق المزکی سنۃ ۳۶۲ھ — ۳۶۲ھ میں ابواسحاق مزکی کے گھر میں انہوں نے اپنے حفظ سے یہ روایتیں املا کرائیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ وہ اپنے گھر کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں بھی لوگوں کو حدیثیں قلم بند کراتی تھیں، پھر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کے خیال سے خواتین کی مجلسِ درس زنانخانہ ہی میں ہوتی تھی، اور اس وقت کے عام دستور کے مطابق وہ مساجد یا خانقاہ کو اپنی درسگاہ نہیں بناتی تھیں۔

امۃ الواحدہ۔ قاضی محاملی کی صاحبزادی تھیں۔ اپنے والد اور دوسرے بزرگوں سے روایت کرتی ہیں، ابوبکر البرقانی فرماتے ہیں۔ کہ یہ ابوعلی بن ابی ہریرہ کے ساتھ ساتھ فتویٰ دیتی تھیں، دارقطنی کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے والد اسماعیل بن عباس، عبدالغافر،

ابو الحسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے، قرآن کی حافظ تھیں فقہ شافعی میں بھی ان کو درک تھا، فرائض، حساب، نحو، وغیرہ سے بھی واقف تھیں، خطیب نے لکھا ہے،

وکانت فاضلة فی نفسها یہ بڑی فاضلہ تھیں میں نے ان سے روایت

..... وکتبت عنها الحدیث کی ہے اور تحریری طور پر بھی ان سے احادیث

نقل کی ہیں ۳۷۷ھ میں وفات پائی۔

امة السلام۔ یہ قاضی ابوبکر احمد بن کامل کی صاحبزادی تھیں، بڑی فاضلہ تھیں۔ اپنے والد کے مجموعہ تحریر سے روایت کرتی تھیں، ان کے علاوہ محمد بن اسماعیل مصبلانی اور محمد بن الحسین سے بھی روایت کی ہے، خطیب نے لکھا ہے کہ شیخ تنوخی اور ازہری جب امة السلام کا ذکر کرتے تھے، تو ان کی بڑی تعریف کرتے تھے، اور ان کو صاحب عقل و فضل کہتے تھے۔ انہوں نے عمر کافی پائی ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئیں اور ۳۱۰ھ میں وفات پائی (یعنی اٹھانوے برس کی عمر میں)

فاطمہ بنت ہلال ابو عمرو بن السماک اور ابوبکر الشافعی سے روایت کرتی ہیں، خطیب نے لکھا ہے، کہ میں نے کچھ حدیثیں ان سے لکھی تھیں، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

وکانت صادقة تسکن بالجانب یہ صادقہ تھیں، وثلاثہ کے مشرقی کنارے

الشرقی ناحیة الوثلاث (ج ۱۴، ص ۴۴۵) میں رہتی تھیں۔

ان کی سند سے ایک روایت صلوا علی اخ لکم مات بغیر بلادکم[1] بھی نقل کی ہے۔ اس حدیث کا سنہ روایت ۴۰۹ھ لکھا ہے۔

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ نجاشی شاہ حبشہ کی موت کی خبر سنکر فرمایا تھا، اسکا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے اس بھائی کی نماز جنازہ پڑھو جس نے دوسرے ملک میں وفات پائی ہے

اسی چوتھی صدی کے آخر میں لیلیٰ یا میتی بنت عبد الصمد ایک راویۂ حدیث گذری ہیں۔
امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں دو جگہ ان کا تذکرہ کیا ہے، دونوں جگہ انہوں نے عبد الرحمن بن ابی شریح سے روایت کی ہے، اور ان سے عبد الاول بن عیسیٰ نے، ان میں سے ایک حدیث کا ذکر بخاری نے اور دوسری کا ترمذی نے کیا ہے[1] فاطمہ بنت محمد اسی صدی کے نصف یا آخر میں موجود تھیں، ان کے متعلق خطیب نے افسوس کے لہجہ میں لکھا ہے، کہ مجھے ان سے سماع نصیب نہیں ہوا لیکن ابو طاہر اشنانی نے ان کی سند سے مجھ سے روایت کی ہے، پھر لکھتے ہیں۔ وکانت ثقۃ (وہ ثقہ تھیں)

طاہرہ بنت احمد بن یوسف، یہ غیر معمولی علم و فضل کی مالک تھیں، خطیب ان کے شاگردوں میں ہیں وہ اپنے سماع کے متعلق لکھتے ہیں۔

سمعناها فی دار القاضی ابی القاسم التنوخی	ہم نے ان سے قاضی تنوخی کے گھر میں سماع کیا ہے۔

اس سماع میں قاضی تنوخی بھی شریک تھے، اور انہی کی کتاب کے ذریعہ سماع ہوا تھا، خطیب لکھتے ہیں: کہ طاہرہ نے مجھ سے اپنی ولادت اور روایتِ حدیث کے متعلق خود کہا تھا کہ "میں ۳۵۹ھ میں پیدا ہوئی، اور میں نے ابو محمد بن ماسی، مخلد بن جعفر، ابو الحسن بن لؤلؤ ابوبکر اسماعیل وغیرہ سے روایت کی ہے، لیکن افسوس ہے، کہ میری تمام کتابیں ضائع ہوگئیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کی مرتب کردہ کچھ کتابیں بھی تھیں"

خدیجہ بنت موسیٰ ان کا زمانہ چوتھی صدی کا آخر یا پانچویں صدی کا شروع ہے خطیب کی معاصر تھیں، یہ ابو حفص بن شاہین سے روایت کرتی ہیں خطیب ان کی روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۶۱ (۳۳۷)

كانت ثقة صالحة فاضلة   یہ ثقہ، صالحہ اور صاحب علم وفضل بھی تھیں۔

یہ واعظہ بھی تھیں، اور اسی لقب سے مشہور تھیں، ۴۳۷ھ میں وفات پائی۔

پانچویں اور چھٹی صدی میں بھی بے شمار ایسی خواتین ہیں۔ جنہوں نے کسی نہ کسی حیثیت سے حدیث کی خدمت کی ہے، چند مشاہیر خواتین کے نام اور کارنامے درج ذیل ہیں۔

سبیہ بنت ابی قاسم، سبیہ اپنے والد اور عمر بن محمد سے روایت کرتی ہیں خطیب نے ان سے روایت کی ہے ان کے بارے میں وہ لکھتے ہیں،

كانت صادقة فاضلة   نہایت سچی اور فاضلہ تھیں۔

۴۴۷ھ میں وفات پائی۔

خدیجہ بنت محمد۔ خطیب ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ صالحہ اور صادقہ تھیں۔ خطیب نے ان کی سند سے یہ روایت خاص طور پر نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"قیامت کے روز میں امت کے ہر شخص کو پہچان لوں گا۔"

اسی صدی میں عائشہ بنت الحسن ایک محدثہ گذری ہیں، جن کا تذکرہ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں متعدد جگہ کیا ہے، ان سے محمد بن فضل اور اسمٰعیل بن محمد صاحب ترغیب وترہیب جیسے محدثین نے روایت کی ہے۔ (ج ۴ ص ۴۹ ، ۷۳)

انہی صدیوں میں فاطمہ جوزانیہ اصبہان میں ایک مشہور ومعروف محدثہ گذری ہیں۔ جو علم حدیث کی پوری عالمہ تھیں، امام ذہبی نے ان کو مسندۃ اصبہان لکھا ہے[1]۔ طبرانی کی معاجم ثلاثہ کا انہوں نے خاص طور سے سماع کیا تھا، صاحب شذرات الذہب

---

[1] دول الاسلام ج ۲ ص ۳۲.

لکھتے ہیں۔ سمعت ابن زیدۃ معجمی الطبرانی[1] ۵۳۵ھ (ج ۱ص ۰ ۷) انہوں نے ابن زیدہ سے طبرانی کی معاجم ثلاثہ کا سماع کیا تھا۔ تقریباً سو برس کی عمر پائی۔ یعنی ۴۳۴ھ میں پیدا ہوئیں، اور ۵۳۰ھ میں وفات پائی، انہی کی ہم نام اور ہم عصر ایک دوسری خاتون فاطمہ بنت الحسن ہیں، جو مشہور صوفی ابوالحسن الدقاق کی صاحبزادی اور شیخ ابو القاسم قشیری کی زوجہ تھیں اپنے والد اور اپنے شوہر کی طرح یہ بھی علم و تقویٰ میں ممتاز تھیں علم حدیث سے انہیں خاص لگاؤ تھا اور اس میں انہیں علوئے سند حاصل تھا، ابن عماد لکھتے ہیں۔

کانت کبیرۃ القدر عالیۃ الاسناد بڑی عزت و قدر اور علوئے سند کی حامل تھیں۔

شیخ ابو نعیم اسفرائینی علوی اور حاکم جیسے محدثین سے سماع حاصل کیا تھا ۴۸۰ھ میں وفات پائی[2] اور اس وقت ان کی عمر ۹۰ برس کی تھی۔ اس لحاظ سے سنہ پیدائش ۳۹۰ھ ہوتا ہے، اسی نام کی ایک اور خاتون بھی تھیں جن کو علم حدیث سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔ لیکن نام اور سنہ وفات کے اشتراک کی وجہ سے صاحب السیر الحثیث[3] نے دونوں کے کارناموں کو ملا دیا ہے مثلاً ان کے متعلق لکھا ہے کہ فاطمہ خطاطی کی ماہر تھیں، حالانکہ خطاطی کی ماہر فاطمہ بنت الحسن نہیں بلکہ دوسری فاطمہ ہیں۔ جن کی کنیت ام الفضل ہے۔ شذرات الذہب میں دونوں کے حالات الگ الگ درج ہیں۔

کریمہ بنت احمد، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث کی رکن رکین تھیں۔ ان کے درس حدیث کی اتنی شہرت تھی۔ کہ بڑے بڑے علماء اس میں شریک ہوتے تھے۔ مثلاً

---

۱ طبرانی کی حدیث میں تین کتابیں مشہور ہیں جن کا نام معجم کبیر، معجم اوسط، اور معجم صغیر ہے

۲ شذرات الذہب ج ۳ ص ۶۵۔ ۳ ص ۲۴۲

ابوالمحاسن المصری، خطیب بغدادی، ابوعبداللہ بن محمد نصر جو مہدی کے نام سے مشہور ہیں۔

تمام ہم عصر علماء ان کے علم و فضل کے معترف تھے، ہرات کے مشہور محدث ابوذر نے اپنے شاگردوں کو وصیت کی تھی، کہ ان کے بعد بخاری شریف کا درس کریمہ کے علاوہ کسی دوسرے سے نہ لیں، بخاری شریف پر ان کو اس قدر عبور تھا، کہ خطیب بغدادی نے محض پانچ روز میں ان سے بخاری کا دورہ کیا تھا[۱]۔

اسی پانچویں اور چھٹی صدی کے درمیان فاطمہ بنت محمد ایک محدثہ گذری ہیں، یہ اصبہان کی رہنے والی تھیں محدثین ان کو مسندۃ اصبہان لکھتے ہیں۔ انہوں نے حدیث کا سماع ابوالفضل المرازی، احمد بن محمود الثقفی وغیرہ سے کیا تھا، صحیح بخاری خاص طور سے مشہور محدث سعید بن العباد سے پڑھی تھی، امام ذہبی نے لکھا ہے کہ جن لوگوں نے ۵۲۴ھ میں وفات پائی، ان میں مسندۂ وقت فاطمہ بنت عبداللہ بھی تھیں، پھر آخر میں لکھتے ہیں، کہ

خاتمۃ من روی عن ابی زبدۃ[۲] — محدث ابن زبدہ سے روایت کرنے والوں میں آخر تھیں،

۹۴ برس کی عمر پائی، یعنی ۴۵۵ھ میں پیدا ہوئیں ۵۳۹ھ میں وفات پائی[۳]۔

انہی کی ہم عصر اور ہم نام ایک محدثہ ام الخیر فاطمہ بنت علی ہیں جنہوں نے صحیح مسلم اور خطابی کی غریب الحدیث خاص طور سے شیخ ابوالحسن فارسی سے پڑھی تھی، اور خود اس کا درس دیتی تھیں، وہ عورتوں کی اصلاح و تعلیم کا خصوصیت کے ساتھ بہت خیال رکھتی تھیں، ۵۳۱ھ میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر ۸۷ برس کی تھی[۴]۔

۱؎ السیر الحثیث ص ۴۶ ۲؎ شذرات الذہب ج ۴ ص ۱۲۳ ۳؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۷
۴؎ شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۰۰

اس نام کی دو اور خواتین اسی زمانہ میں پیدا ہوئیں۔ جن کی خدماتِ حدیث بھی قابلِ ذکر ہیں
فاطمہ بنت سعد الخیر۔ انہوں نے حافظ ابو نصر الحسن البورانی سے سماعِ حدیث کیا تھا
امام ذہبی نے ان کو مسندۃ مصر لکھا ہے[1]، اسی طرح فاطمہ شہرزوریہ صاحب علم و فضل، اور
صحیح مسلم کا درس خاص طور سے دیتی تھیں[2]۔

ان کے علاوہ ام الغیث ابو ہبانیہ ایک شامی خاتون ہیں، جن کو امام ذہبی نے مسندۃ
شام لکھا ہے، ان سے عبد المنعم، زینب بنت کندی اور زینب بنت عبد الرحمٰن[3] وغیرہ حفاظ
حدیث نے روایت کی ہے۔

اصبہان میں ایک مشہور محدثہ عین الشمس تھیں، جن سے شام کے مشہور حافظِ
حدیث زکی الدین برزلی نے حدیث پڑھی تھی[4]۔ یہ امام البغوی کے تلامذہ میں ہیں، ایک
محدثہ خدیجہ بنت الرضی گذری ہیں جن کا تذکرہ تذکرۃ الحفاظ میں ضمناً آیا ہے[5]۔

اسی صدی میں ایک مشہور و معروف محدثہ شہدۃ الکاتبہ گذری ہیں، خطاطی میں
انہیں کمال حاصل تھا اور یہی وجہ ہے کہ کاتبہ ان کے نام کا جز بن گیا ہے، حدیث و فقہ
میں انہیں خاص درک تھا، صاحب اعلام ابن خلکان کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

فقیھۃ من کبار العلماء — فقیہ تھیں، اور ان کا شمار بڑے بڑے علماء میں تھا

انہوں نے علم حدیث اپنے والد سے جو خود بڑے پایہ کے محدث تھے حاصل کیا تھا۔
ان کے سامنے زانوئے تلمذ کرنے والوں کی تعداد بھی بہت کافی ہے، ان کو علوِ سند بھی
حاصل تھا، اس لئے لوگ ان سے روایت کرنے میں فخر سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر بعض

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۸۳ [2] مجموعہ مضامین ص ۴۸ ۲ [3] ان دونوں خواتین کا تذکرہ آگے آتا ہے۔ [4] تذکرہ جلد ۴ ص ۲۱۵ [5] ایضاً ص ۵۵۔

لوگوں نے غلط طور پر ان سے اپنا تلمذ ثابت کیا ہے۔ بعض اہل رجال نے ان کو سند المحدثین اور فخر النساء لکھا ہے، ان کے شوہر علی بن محمد بھی جو خلیفہ مقتفی عباسی کے خاص ہم نشینوں میں تھے۔ بڑے علم دوست تھے شاید ان کی یہ علم دوستی اور اپنی عالمہ بیوی کی دلداری کا نتیجہ تھی، کہ انہوں نے دجلہ کے کنارے ایک مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کرائی تھی[1]۔

شہدہ اصل میں دینور کی رہنے والی تھیں، لیکن غالباً ان کے والد نے بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۴۸۲ھ میں پیدا ہوئیں۔ اور ۵۷۴ھ میں وفات پائی، یعنی ۹۲ برس کی عمر میں[2]، ابن جوزی نے منتظم میں ان کا تذکرہ بڑے اچھے الفاظ میں کیا ہے، ان کے شیوخ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سمعت الحدیث من ابن السراج وطراد وغیرھما وعاشت مخالطۃ للدار ولاھل العلم وقرئ علیھا الحدیث سنین[3]۔	ابن سراج اور طراد سے سماعِ حدیث کیا تھا۔ انہوں نے اپنے گھر میں اور اہلِ علم کی صحبت میں زندگی بسر کی۔ ان سے برسوں حدیث پڑھی گئی۔

شہدہ کے علم و فضل کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ ابن عبید کی کتاب الاموال کی یہ راویہ ہیں، راویہ ہی نہیں، بلکہ اس کتاب کے جتنے سلسلۂ روایات ہیں وہ سب شہدہ ہی پر منتہی ہوتے ہیں۔

مثلاً کتاب کے راوی کہتے ہیں۔

"اجرتنا الشیخۃ الصالحۃ الکاتبۃ المدعوۃ فخر النساء شھدہ بنت ابی نصر"

---

[1] ان دونوں خواتین کا تذکرہ آگے آتا ہے [2] تذکرہ جلد ص ۲۱۵ [3] ایضاً ص ۵۵

یہ تو دمشقی نسخہ کے راوی کا بیان تھا۔ شافعی نسخہ کے راوی کا بیان ہے کہ۔

"قرأت ھذا الجزء وما قبلہ من کتاب الاموال علی شھدۃ بنت احمد بن الفرج"

ایک دوسرے سماع کے یہ الفاظ ہیں۔

سمع جمیع ھذا الجزء وما قبلہ من الاجزاء علی الجھۃ العالمۃ الکاتبہ فخر النساء شھدۃ بنت الشیخ ابی نصر۔

اس کتاب کے تمام اجزار کا سماع شہدہ کاتبہ جو فخر النسار کے نام سے معروف ہیں کیا گیا ہے۔

ان عبارتوں سے ان کی عظمت اور علمی مرتبہ کا پورا اندازہ ہوگیا ہوگا۔

رابعہ بنت حکیم۔ ان کا شمار بھی اسی صدی کے محدثات میں ہوتا ہے۔ ابن جوزی کے شیخ ابن ناصر کی یہ والدہ تھیں، حدیث میں انہوں نے متعدد علمار سے استفادہ کیا تھا، مثلاً ابن المسلمہ، ابن النقور اور جوہری وغیرہ ان سے ان کے صاحبزادے ابن ناصر نے استفادہ کیا تھا۔ ۵۱۲ھ میں وفات پائی[1]

فاطمہ بنت الحسین، نہایت زاہدہ وعابدہ تھیں، انہوں نے ایک خانقاہ بھی تعمیر کرائی تھی، جس میں اس وقت کے تمام زاہدات جمع ہوکر ان سے روحانی فیض حاصل کرتی تھیں، زہد وتقویٰ کے علاوہ صاحبِ علم وفضل بھی تھیں، علمِ حدیث سے خاص شغف تھا۔ ابن مسلمہ ابوبکر الخطیب اور ابو جعفر وغیرہ سے سماع حاصل کیا تھا، ابن جوزی کے شیوخ میں ہیں ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ابراہیم حربی کی "ذمۃ الغیبہ"

---

[1] المنتظم ج ۹ ص ۲۰۱

"اور مجالس ابن سمعون" وغیرہ کا سماع میں نے ان ہی سے کیا تھا۔ اس کے علاوہ مسند الشافعی اور دوسری کتبِ حدیث کا بھی ابن جوزی نے ان سے سماع کیا تھا، رے کی رہنے والی تھیں، ۵۲۱ھ میں وفات پائی۔

ان کے علاوہ ام غیث بنت حسن ہیں، جن کو امام ذہبی نے مسندۃ بغداد لکھا ہے[1]

بنت عبداللہ، فاطمہ بنت نصر، فاطمہ بنت جوہر وغیرہ بھی اسی صدی کے صاحبِ علم وفضل اور صاحبِ زہد وتقویٰ خواتین گذری ہیں، ابن جوزی نے المنتظم میں ان کا تذکرہ کیا ہے[2]۔

ابن عماد نے چند اور خواتین کو بھی اس فہرست میں داخل کیا ہے مثلاً خدیجہ بنت احمد۔ زمرد خاتون، خاتون بنت احمد۔ زمرد خاتون حافظ قرآن بھی تھیں اور انہوں نے دینی علوم کی تدریس کے لئے ایک مدرسہ بھی بنوایا تھا[3]

ساتویں صدی میں بھی بے شمار خواتین نے علم وفن اور خاص طور سے علمِ حدیث کی خدمت میں حصہ لیا، اور اس کو ترقی دی لیکن افسوس ہے کہ اس صدی کا کوئی ایسا تذکرہ موجود نہیں ہے، جس سے اس سلسلہ میں کوئی مدد لی جاسکے، عام تذکرہ اور تاریخ کی جو کتابیں موجود ہیں۔ ان میں اس صنف کی علمی خدمات کا تذکرہ بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ بہر نوع انہی کتابوں میں متفرق طور پر موضوع کے متعلق جو معلومات فراہم ہو گئے ہیں، وہ پیش کئے جاتے ہیں،

ام احمد زینب بنت مکی، ساتویں صدی کی مشہور محدثہ ہیں، انہوں نے علمِ حدیث کا حصول اس وقت کے تمام کبار علماء سے کیا تھا، خود ان سے ایک مخلوق نے استفادہ کیا

۱؎ المنتظم ج ۱۰ ص ۷ ۲؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۵۹ ۳؎ المنتظم ص ۱۸۸، ۲۷۹

ہے۔ یافعی اور ابن عماد ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وازدحم علیہا الطلبہ[1] ان سے استفادہ کرنے کیلئے طلبہ ان پر ٹوٹتے تھے۔

انہوں نے مسند احمد بن حنبل پر خاص طور سے طلبہ کے سامنے متعدد تقریریں کی تھیں[2]

علم وفضل کے ساتھ صاحب زہد وتقویٰ بھی تھیں۔

ام المویدزینب بنت عبدالرحمٰن، ابوالقاسم عبدالرحمٰن اشعری ساتویں صدی کے ایک ممتاز مرتاض بزرگ گذرے ہیں، ام المؤید انہی کی صاحبزادی تھیں، تمام علوم دینیہ میں انہیں دسترس تھی۔ اس وقت کے بیشتر علمار مثلاً ابوالمظفر، عبدالغافر بن اسماعیل امام ابوالبرکات، اور مشہور مفسر زمخشری وغیرہ سے انھوں نے استفادہ اور روایت کی تھی، یافعی لکھتے ہیں،

کانت عالمۃ ادرکت جماعۃ من العلماء واخذت عنہم روایۃ واجازۃ[2]

عالمہ تھیں، علمار کی ایک جماعت سے انہوں نے روایت اور اجازت کے ذریعہ سے استفادہ کیا تھا۔

شذرات الذہب میں ہے۔

وانقطع بموتہا اسناد عال[3] انکی وفات سے اسناد عالی ختم ہو گئی۔

تقریباً ایک سو برس زندہ رہیں، یعنی ۵۲۴ھ میں وفات پائی، امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں دو جگہ ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ حافظ جوزقی چوتھی صدی کے مشہور حافظ حدیث ہیں، ان سے یہ صرف دو واسطوں سے روایت کرتی ہیں[4]

عفیفہ بنت احمد، یہ فارقانیہ اور اصبہانیہ کی نسبت سے مشہور ہیں۔ علم حدیث

---

[1] مراۃ الجنان ج ۲ ص ۲۰۷ [2] ایضاً [3] شذرات الذہب ص ۹۳ [4] شذرات الذہب

سے ان کو خاص شغف تھا، چھٹی صدی کے مشہور محدث حافظ عبدالواحد جنہیں شیخ ابونعیم سے سماع حاصل تھا، ان سے عفیفہ اپنے زمانہ میں آخری راویہ تھیں۔ طبرانی کی معجم کبیر اور معجم صغیر انہوں نے فاطمہ جوزانیہ (جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے) سے پڑھی تھی۔ ۹۰ برس کی عمر پائی، یعنی ۵۱۶ھ میں پیدا ہوئیں اور ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔[1]

عائشہ بنت معمر، یہ بھی اصبہان کی رہنے والی تھیں، فاطمہ جوزانیہ کی مجلس درس میں میں شریک ہوچکی تھیں اس زمانہ کے متعدد محدثین سے انہوں نے روایت کی ہے۔ ابن نقطہ جو ساتویں صدی کے ایک معروف محدث ہیں، عائشہ سے انہوں نے مسند ابویعلیٰ خاص طور سے پڑھی تھی، ان کو مسند ابویعلیٰ کا سماع سعید الصیرفی متوفی ۵۳۲ھ سے حاصل تھا، صیرفی مسند کی روایت میں خاص طور سے مشہور تھے۔ ۶۰۷ھ میں عائشہ کا انتقال ہوا۔ ۸۰ برس یا اس سے زیادہ عمر پائی۔[2]

کریمہ بنت عبدالوہاب، انہوں نے اپنے والد عبدالوہاب کے علاوہ بے شمار شیوخ سے سماع حدیث کیا تھا، کریمہ مشہور محدث ابوشامہ کے اولین شیوخ میں ہیں، انکے علاوہ ان سے استفادہ اور روایت کرنے والوں کی تعداد بہت کافی ہے، شذرات الذہب میں ہے۔ کہ انہوں نے کثرت سے روایت کی ہے۔[3] امام ذہبی نے ان کو مسندۃ الشام لکھا ہے۔[4] ۶۴۱ھ میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر ۸۵ برس کی تھی۔[5]

کریمہ کی ایک بہن صفیہ تھیں، یہ بھی اپنے وقت کی مشہور خواتین میں تھیں۔ ان کو اپنے والد سے تو سماع نہیں تھا، لیکن دوسرے کبار محدثین سے سماع حاصل تھا، ابن عماد لکھتے ہیں۔

---

[1] تذکرہ اور شذرات الذہب ج ۵ ص ۲۱۲ [2] ایضاً ص ۲۱ ۴ و ص ۲۳ ۴۔
[3] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۲۲۶ [4] ایضاً ص ۲۵۱۔

تفردت فی زمانہا — اپنے زمانہ میں منفرد تھیں، (ج ۵ ص ۲۳۴)

فاطمہ بنت الحافظ عماد الدین یہ حافظ عساکر کی پوتی تھیں۔ ان کے والد بھی حدیث کے مستند شیوخ میں تھے، اپنے والد کے علاوہ خاص طور سے ابن طرد سے استفادہ حدیث کیا تھا۔[1]

صفیہ بنت علی علی بن احمد واسطی کی صاحبزادی ہیں، ان کو شیخ موفق صاحب المغنی سے سماع حاصل تھا۔ ابن رابح ان کے شیوخ میں ہیں۔ ان کی ایک بہن زینب تھیں جن کے متعلق امام ذہبی نے لکھا ہے کہ شیخ موفق کی مرویات ہم تک انہی کے واسطہ سے پہنچی ہیں۔ علم وفن کے علاوہ زہد وتقویٰ کے زیور سے بھی آراستہ تھیں۔ صفیہ کی وفات ۶۹۱ھ اور زینب کی ۶۹۵ھ میں ہوئی۔[2]

امۃ الحق، یہ شام کے اس خانوادہ کی چشم وچراغ تھیں۔ جس میں علم وفضل کئی پشت سے وراثۃً چلا آرہا تھا، ان کو اپنے والد، اپنے دادا اور اپنے پردادا تینوں سے سماعِ حدیث حاصل تھا، ان کے علاوہ اس صدی کے دو مشہور شیوخِ حدیث حنبل رصافی اور ابن طبرزد سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ابن عماد لکھا ہے کہ اپنے زمانہ میں حدیث کے متعدد اجزاء کے سماع میں وہ منفرد تھیں ۶۸۵ھ میں اس دار فانی کو چھوڑا۔

عائشہ بنت عیسیٰ۔ یہ شیخ موفق صاحب المغنی کی جو اپنے وقت کے امام تھے۔ پوتی تھیں، امام ذہبی کے شیوخ میں ہیں، انہوں نے لکھا ہے، کہ شیخ موفق کی مرویات زیادہ تر ہم کو انہی کے ذریعہ پہنچی ہیں۔ ابن عماد ان کے علم وفضل کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

وہ نہایت پاکیزہ اور عبادت گذار اور صالحہ تھیں۔[3]

---

۱ شذرات الذہب ج ۵ ص ۴۲۱ ۲ ایضاً ۳ شذرات الذہب ج ۵ ص ۴۳۸

امۃ العزیز خدیجہ بنت یوسف بڑی عالمہ تھیں، ابن عماد اور یافعی نے لکھا ہے،

روت الکثیر عن ابن اللتی مکرم ابن التی مکرم اور شیخ ابن زبیدی سے کثرت

وعن ابن الزبیدی[1] سے روایت کی ہے،

امام ذہبی نے العالمۃ الکاتبۃ اور یافعی نے عالمہ فاضلہ لکھا ہے[2]، ۶۹۹ھ میں انتقال کیا۔

انہی کی ہم نام ایک اور خدیجہ تھیں، جو مفتی محمد کی صاحبزادی تھیں، ان کا تذکرہ بھی یافعی اور امام ذہبی نے کیا ہے[3]۔ ۶۹۹ھ میں وفات پائی۔

اسی سنہ ۶۹۹ھ میں متعدد صاحب علم و فضل خواتین نے وفات پائی، ان میں ایک ہدیہ بنت عبدالحمید ہیں، جو صحیح بخاری کی روایت شیخ ابن زبیدی کے واسطہ سے کرتی ہیں، دوسری صفیہ ہیں جو عبدالرحمٰن المنادی کی صاحبزادی ہیں۔ شیخ موفق سے روایت کرنے والوں میں صفیہ کا شمار پانچویں طبقہ میں ہے۔ امام ذہبی، ابن عماد اور یافعی وغیرہ نے ان کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا ہے۔

بدرہ بنت فخرالدین، یہ اس خاندان کی نور نظر تھیں، جس میں علم و فضل کا چرچا صدیوں رہا ہے، یعنی یہ امام ابن تیمیہ کے دادا شیخ مجدالدین اپنے وقت کے شیخ کل تھے، ان کی کتاب المنتقی سے اہل علم بخوبی واقف ہیں، بدرہ شیخ کی چچازاد بہن تھیں، ضیاء ابن الخریف سے یہ خاص طور سے روایت کرتی تھیں[4]۔

---

[1] مراۃ الجنان ج ۴ ص ۲۳۱ [2] ایضاً تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۲۷۹

[3] شذرات الذہب ج ۵ ص ۴۴۷، [4] شذرات الذہب ج ۵ ص ۴۴۷

ایضاً ج ۵ ص ۴۴۷

زینب بنت عمر۔ امام ذہبی نے ان کو "مسندۃ بعلبک" لکھا ہے، اور روایت کے سلسلہ میں متعدد جگہ ان کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کو امام نووی کے طبقہ میں شمار کیا ہے[1]

ساتویں صدی میں تاتاریوں کا طوفان اٹھا تھا۔ جس نے مسلمانوں کے تمام شعبہائے زندگی کا شیرازہ درہم برہم کردیا۔ اس طوفان کا اصلی رخ تو ان کی سیاسی زندگی کی طرف تھا، مگر اسی میں ان کے ذخیرۂ علم وفن کا ایک ایک ورق پریشان ہوگیا اور ان کی تہذیب وتمدن کا ایک ایک نقش مدھم پڑگیا، کتنی علمی مجلسیں بے چراغ ہوگئیں اور رشد وہدایت کی کتنی مسندیں سونی پڑگئیں۔ علم حدیث جس کا چرچا گھر گھر تھا۔ اخبرنا وحدثنا کی جو آواز کوچہ کوچہ سے سنائی دیتی تھی اس صدی کے آخر میں یہ آواز بھی دھیمی پڑگئی اور اس کا چرچا کم ہوگیا۔ امام ذہبی اس صدی کے آخر کے متعلق بڑے افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں۔

وقد قل من یعتنی بالآثار و معرفتها فی هذا الوقت فی مشارق الارض ومغاربها علی راس السبع المائة اما المشرق واقالیمه فغلق الباب وانقطع الخطاب ... واما المغرب وما بقی من جزیرة الاندلس فیندر من یعلق بالروایة کما ینبغی فضلاً عن الدرایة[2]

ساتویں صدی کے آخر میں تمام مشرق و مغرب میں حدیث وآثار سے اعتنا اور اس پر نظر رکھنے والے بہت کم ہوگئے ہیں۔ مشرقی ممالک کو اگر لیجیے تو علم حدیث کے لئے گویا ان کا دروازہ بند ہوگیا ہے اور حدثنا واخبرنا کہنے والے موجود نہیں رہے یہی حال مغرب کا بھی ہے۔ حتی کہ جزیرہ اندلس میں بھی شاذ ونادر ہی ایسے لوگ ہونگے جو روایت حدیث سے کما حقہ دلچسپی لیتے ہونگے، چہ جائیکہ درایت حدیث سے دلچسپی لینے والے (تو شاید موجود بھی نہ ہونگے)

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۶۸، ۲۱۲، ۲۲۹ [2] تذکرۃ الحفاظ ۴

لیکن اسی صدی میں امام مزی، حافظ ابن کثیر، امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن اثیر صاحب نہایہ، امام ذہبی وغیرہ جیسے محدثین پیدا ہوئے۔ جنھوں نے اپنی توجہ زیادہ تر علم حدیث ہی پر مرکوز رکھی، اور ذوق حدیث کی عام کمی کو اپنی دینی اور علمی مساعی سے نہ صرف پورا کر دیا بلکہ اسلاف کے بیشتر سرمایہ کو تحریر میں محفوظ بھی کر دیا۔

اس دور قحط الرجال میں مردوں کے ساتھ بہت سی خواتین نے بھی اپنی ساری توجہ اس فن پر مبذول رکھی ان میں سے کچھ خواتین کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور محدثات ہیں جن کا فرداً فرداً تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ اس لیے صرف ان کا نام مع تاریخ وفات نقل کر دیا جاتا ہے۔

نغمہ بنت علی متوفاۃ ۶۰۴ھ، یہ ست الکتبہ کے نام سے مشہور ہیں۔ بقیہ بنت محمد، زینب بنت ابراہیم متوفاۃ ۶۱۰ھ عین الشمس بنت احمد بن الفرح متوفاۃ ۶۱۰ھ یاسمین بنت عبداللہ متوفاۃ ۶۱۰ھ زہرہ بنت محمد متوفاۃ ۶۳۳ھ جمال النساء بنت احمد متوفاۃ ۶۴۰ھ، سعید بنت الملک متوفاۃ ۶۱۰ھ، فاطمہ بنت سعید الخیر متوفاۃ ۶۴۳ھ ربیعہ خاتون متوفاۃ ۶۶۳ھ، ست العرب متوفاۃ ۶۸۴ھ، فاطمہ متوفاۃ ۶۷۸ھ، یہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی پوتی تھیں، امۃ الحق بنت الحافظ، ام الحسن البکری متوفاۃ ۶۸۵ھ [1]

یہ ساتویں صدی کی ان خواتین کی فہرست ہے۔ جن کا شمار مشاہیر میں ہے اور جنھوں نے اس وقت کے کبار علماء و محدثین سے سماع یا روایت کی ہے ورنہ یہ فہرست اور طویل ہو سکتی تھی۔

علم حدیث کی خدمت کے لحاظ سے آٹھویں اور نویں صدی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

---

[1] ان خواتین کے زیادہ تر نام شذرات الذہب جلد ۵ سے لئے گئے ہیں۔

روایت حدیث کے علاوہ "فن رجال" جو علم حدیث کی بنیاد ہے۔ ان کا منتشر ذخیرہ انہی صدیوں میں مدون ہوا۔ حدیث کی متعدد کتابیں اور اس کی شرحیں لکھی گئیں تذکرہ وتراجم کی متعدد اہم کتابیں انہی صدیوں میں تصنیف ہوئیں امام ذہبی، حافظ حجر مکی، زین الدین العراقی، ابو بکر ہیثمی سرآمد روزگار علمار و فضلار انہی صدیوں میں پیدا ہوئے۔ خواتین نے بھی ان دو صدیوں میں علم وفن کی خدمت میں جتنا حصہ لیا۔ اس کی مثال عہد تابعین کے بعد نہیں ملتی، ان خواتین کی تعداد کئی سو تک پہنچتی ہے، زینب بنت مکی، زینب بنت شکر، زینب بنت سلیمان، ست الوزرار ست الفقہار، عائشہ بنت الہادی، ام ہانی، جویریہ وغیرہ انہی صدیوں کی شذرات الذہب ہیں۔ صرف حافظ ابن حجر نے سو سے زائد محدثات کا ذکر کیا ہے، حافظ سخاوی نے الضوء اللامع میں ۱۰۷۵ خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں نصف سے زیادہ علم حدیث سے ذوق رکھنے والی خواتین ہیں۔ اور جن بزرگوں کا ذکر ہوا ہے ان میں سے ہر ایک کے شیوخ و تلامذہ میں مردوں کے ساتھ بے شمار عورتوں کے نام بھی ملتے ہیں۔ صرف ابن فہد نے ۱۳۰ محدثات سے اکتساب حدیث کیا تھا[1] اسی طرح حافظ ابن حجر، امام سخاوی، زین الدین العراقی وغیرہ کے شیوخ وتلامذہ میں سینکڑوں عورتیں ہیں۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ آگے آئیگا۔

ان تمام خواتین کا تذکرہ دشوار ہے، اس لئے صرف عام مشاہیر محدثات کی خدمت حدیث کی تفصیل بیان کی جاتی ہے، آٹھویں صدی کی مشہور محدثات یہ ہیں،

ست الوزرار اس صدی کی سب سے مشہور خاتون ہیں، انہوں نے علم حدیث میں اپنے والد قاضی شمس الدین اور اس صدی کے بیشتر مشاہیر سے استفادہ کیا۔ اور اس میں مہارت بہم پہنچائی۔ ان کے درس حدیث کا اس قدر چرچا تھا، کہ لوگ ابو العباس بن شحنۃ ابن الفخر

---

[1] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۸ و شذرات الذہب ج ۶ ص ۸

اور الحجار وغیرہ کے ساتھ ساتھ ان سے بھی استفادہ کرنے کے لئے آتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس صدی کے پچاس سے زائد مشاہیر علماء نے ان سے روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر کے شیوخ میں متعدد اصحاب ہیں جنہوں نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ ان سے حدیث کی اجازت لینے کو لوگ فخر سمجھتے تھے۔ صحیح بخاری اور مسند الشافعی کا درس وہ خاص طور سے دیتی تھیں۔ انہوں نے دمشق اور مصر میں متعدد بار ان کتابوں کا درس دیا تھا، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے سماع کے ذریعہ مسند کی آخری راویہ تھیں[1]۔ امام سخاوی نے ایک جگہ ضمناً لکھا ہے کہ ست الوزراء ابو عبید اللہ الزبیدی سے اپنے زمانہ میں آخری راویہ تھیں[2]۔

علم وفضل کے ساتھ نہایت صالحہ بھی تھیں، دو بار حج کیا تھا، ۶۲۴ھ میں غالباً دمشق میں پیدا ہوئیں۔ اور ۷۱۶ھ میں وفات پائی۔

اسی نام کی ایک اور خاتون بھی ہیں، ان کو بھی فنِ حدیث سے قدرے لگاؤ تھا، مگر ان کا اصلی رجحان علم وفن سے زیادہ زہد وتقویٰ کی طرف تھا، اور وہ اسی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں[3]۔

زینب بنت کمال، اس صدی کی دوسری مشہور محدثہ ہیں، بغداد، قاہرہ، اسکندریہ حران اور شام کے مشہور محدثین سے انہوں نے اکتسابِ فیض کیا تھا جن میں احمد بن عبد الدائم، محمد بن عیسیٰ بن سلامہ، ابو علی البکری، زکی المنذری وغیرہ شامل ہیں۔ امام ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر احادیث کی روایت واجازت میں منفرد تھیں، ان کے درس کا اس قدر شہرہ تھا کہ طلبہ کا ہجوم لگا رہتا تھا، درر کامنہ میں ہے۔

---

[1] الضوء اللامع ج ۱ ص ۸۱ [2] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۸ [3] ایضاً۔

تزاحم علیها الطلبۃ وقرءوا علیها الکتب الکبار درج ۲ — ان پر طلبہ ٹوٹتے تھے، اور ان سے وہ بڑی اہم کتابیں پڑھتے تھے۔

بسا اوقات دن کے بیشتر حصہ میں لوگ ان سے روایت و سماع کرتے رہتے تھے، اور وہ نہایت صبر و تحمل سے ان کی تشنگی علم بجھاتی رہتی تھیں۔

درر کامنہ میں ہے کہ ان کی موت سے ایک اونٹ کے بوجھ برابر حدیث سے لوگ محروم ہو گئے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سبط السلفی اور ان کے معاصرین سے یہ آخری راویہ تھیں[۱]۔

وہ ۶۴۶ھ میں پیدا ہوئی تھیں، بچپن ہی سے آشوبِ چشم کی شکایت تھی، ۷۴۰ھ میں وفات پائی، یعنی ۹۴ برس کی عمر میں زندگی بھر نا کتخدا رہیں، اخلاق و عادات اور زہد و تقویٰ میں اپنے زمانہ کی رابعہ بصریہ تھیں، امام ذہبی کا بیان ہے،

کانت دینۃ خیرۃ ..... وکانت لطیفۃ الاخلاق طویلۃ الروح وکانت قانعۃ متعففۃ کریمۃ النفس طیبۃ الاخلاق[۲]۔ — نہایت دیندار، نیک کردار، خوش اخلاق، اور زندہ روح کی پاکیزہ، قانع، عفیف، پاک نفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں۔

ان کی ایک چچا زاد بہن اسماء تھیں[۳]، انہوں نے بھی حدیث کی روایت اور سماع میں حصہ لیا ہے، اسماء بنت مصری، یہ قاضی نجم الدین ابن مصری کی بہن تھیں، انہوں نے اپنے نانا مکی بن علان سے بغیۃ المفید کے بعض حصے اور اسحاق بن راہویہ کی احادیث[۴] کا سماع کیا

---

[۱] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۱۷ [۲] ایضاً [۳] ایضاً ج ۱ ص ۳۶۱ [۴] اسحاق بن راہویہ نے احادیث کا ایک مجموعہ چھوڑا تھا، جو اس وقت ناپید ہے اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ آٹھویں صدی تک پڑھایا جاتا تھا۔ بحمد اللہ یہ مجموعہ اب چھپ گیا ہے۔

تھا۔ برزالی کا خیال ہے کہ محدثین کو ان کی مرویات ان کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ نہیں پہنچیں، حافظ ابن حجر برزالی کے اس خیال پر استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیخ برہان الدین اور ابو بکر بن العز الفرضی وغیرہ نے بھی ہم کو ان کی روایتیں سماع کرائی ہیں، وہ تقریباً پچاس برس تک حدیث کا درس دیتی رہیں۔ اور موت سے چار روز پہلے تک یہ سلسلہ جاری رہا

ابن عماد لکھتے ہیں۔

کانت مسندۃ — یہ قابل اعتماد خاتون تھیں۔

علم و فضل کے ساتھ زہد و تقوی کے زیور سے بھی آراستہ تھیں، درر کامنہ میں ہے۔ کہ وہ صالحہ تھیں اور قرآن کی تلاوت سے انہیں خاص شغف تھا (ج ۱ ص ۳۶۱)

شذرات الذہب میں ہے۔

ذات صدقات و فضل و حجت مرارًا (ج ۶ ص ۱۰۵) — صاحب فضل تھیں اور کثرت سے صدقہ کرتی رہتی تھیں، کئی بار حج کیا تھا۔

۶۳۸ھ میں پیدا ہوئیں، اور ۹۵ برس کی عمر میں ۷۳۳ھ میں وفات پائی۔

ابوالمحاسن حسینی نے ذیل طبقات الحفاظ میں ان کا تذکرہ کیا ہے[1]

اسماء بنت یعقوب، ان کا شمار بھی اس صدی کے محدثات میں ہے، ان کے والد شرف الدین یعقوب ممتاز محدثین میں تھے اسماء نے ان ہی سے حدیث پڑھی تھی، انھوں نے عز الفرضی سے بھی روایت و سماع کیا ہے[2]۔

ان کے علاوہ اس نام کی کئی اور خاتون ہیں۔ جنہوں نے خدمتِ حدیث میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا ہے مثلاً اسماء بنت الحافظ صلاح الدین متوفاۃ ۷۹۵ھ اسماء بنت احمد

---

[1] ذیل طبقات الحفاظ ص ۱۰۰ [2] درر کامنہ ج ۱ ص ۳۴۴

متوفاۃ ۷۷۷ھ، اسماء بنت الخلیل العلائی متوفاۃ ۷۹۹ھ، وغیرہ۔

امۃ العزیز، یہ حافظ ابوالحسن علی کی صاحبزادی تھیں۔ عام طور پر "یہ الشیخہ" کے لقب سے معروف تھیں۔ شیخ شمس الدین ابن علان اور نصر اللہ بن حواری وغیرہ سے ان کو سماع حاصل ہے، اس نام کی دو ایک اور محدثات بھی ہیں۔

امۃ الرحمن اور امۃ السلام، یہ دو خاتون بھی آٹھویں صدی کی محدثات میں ہیں، امۃ الرحمن نے مشہور محدث شیخ حجار سے بخاری شریف پڑھی تھی اور خود اس کی روایت بھی کرتی تھیں، شیخ ابوحامد نے ان سے سماع کیا تھا، انہوں نے اپنے معجم الشیوخ میں امۃ الرحمن کا تذکرہ بھی کیا ہے، [1] ۷۶۰ھ کے بعد انتقال کیا۔

امۃ السلام، یہ مشہور محدثہ ست الاہل کی پوتی تھیں، اور انہیں سے حدیث پڑھی تھی، خود بھی روایت کرتی تھیں ۷۴۴ھ میں اس دار فانی کو چھوڑا۔

امۃ الرحیم اور آمنہ نام کی بھی متعدد خواتین ہیں۔ جو اسی سلسلۃ الذہب کی چھوٹی چھوٹی کڑیاں ہیں۔

جویریہ بنت احمد، جویریہ اپنی شہرت کے لحاظ سے ست الوزراء اور زینب بنت کمال کے ہم پایہ تھیں۔ گو ست الوزراء ان کے شیوخ میں ہیں انہوں نے ابن الشحنہ اور ست الوزراء سے صحیح بخاری اور شریف موسیٰ سے صحیح مسلم اور ابوالحسن بن صواف سے سنن نسائی اور مسند حمیدی اور علی بن عیسیٰ سے مستخرج اسمٰعیلی اور جزء سفیان اور حسین بن عمر سے مسند داری وغیرہ کا سماع کیا تھا۔ ان سے سماع اور روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ابوجعفر کو یک ان کے تلامذہ میں ہیں ان کی حدیث دانی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ

[1] ذیل ص ۲۸۔

سمع منها بعض مشائخنا وکثیر من اقراننا۔ ہمارے بعض شیوخ حدیث اور بہت سے معاصرین نے ان سے سماع کیا ہے

سنہ ۷۰۴ھ میں پیدا ہوئیں۔ اور سنہ ۷۸۳ھ میں وفات پائی۔

جیبہ نام کی ایک محدثہ کا تذکرہ حسینی نے ذیل طبقات الحفاظ میں کیا ہے، انکو ابن الدائم سے سماع اور محمد بن الباری سے اجازت حاصل تھی[1]

دینا بنت حسن مشہور محدث امام برزالی کی اہلیہ تھیں۔ انہوں نے یوسف بن غسولی[2] سے سماعِ حدیث کیا تھا، شیخ زین الدین العراقی اور ابن رافع ان کے تلامذہ میں ہیں۔ سنہ ۶۷۸ھ میں پیدا ہوئیں اور سنہ ۷۵۹ھ میں وفات پائی[3]۔

رقیہ بنت عبد الغفار، عبد الغفار ساتویں صدی کے مشہور محدث ہیں، یہ انہیں کی صاحبزادی تھیں، انہوں نے محمد بن الحسن سے سماع کیا تھا، شیخ زین الدین العراقی انکے تلامذہ میں ہیں۔

رقیہ نام کی ایک اور مشہور خاتون تھیں۔ یہ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید کی صاحبزادی تھیں۔ انہوں نے عز الحرانی ابوبکر انماطی، ابن خطیب وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا قاہرہ میں یہ خود درس دیتی تھیں۔ سنہ ۷۴۱ھ میں وفات پائی۔

زینب بنت اسماعیل یہ امۃ العزیز کے لقب سے مشہور ہیں ابتداء میں انھوں نے اپنے والد اسماعیل سے استفادہ کیا اور اس کے بعد انتخاب طبرانی، اربعین للآجری جزء ابن عرفہ اور امام بغوی اور ابن صاعد کی مرویات کا دوسرے مشائخ سے سماع کیا۔ علی بن احمد

۱؎ ذیل طبقات ص ۲۸ ۲؎ یہ اپنے وقت کے امام حدیث تھے شیخ موفق کے تلامذہ اور امام ذہبی کے شیوخ میں ہیں [illegible] میں وفات پائی۔ غسولی دمشق میں ایک گاؤں ہے وہیں کے رہنے والے تھے

۳؎ درر کامنہ ج ۲ ص ۱۰۲

سے موسیٰ بن عقبہ کی مغازی پڑھی، اس کے علاوہ اور فنون کی بھی تکمیل کی، حسن بن حسین، عبدالرحمٰن بن معالی عبداللہ المقدسی وغیرہ ان کے شیوخ میں ہیں۔[1]

زینب بنت شکر، یہ بھی اس صدی کی مشہور خاتون ہیں، ابن اللتی اور ہمدانی جیسے شیوخِ حدیث سے حدیث پڑھی تھی، بڑے بڑے محدثین انکے تلامذہ میں ہیں، ان سے سماع کرنے کے لئے لوگ سفر کر کے آتے تھے، ابن عماد لکھتے ہیں۔

وارتحلت الیھا الطلبۃ (شذرات) انکے پاس طلبہ سفر کر کے آتے تھے۔

اپنے زمانہ میں حدیث کی بعض کتابوں کی تحدیث و روایت میں منفرد تھیں۔ مثلاً مسند دارمی اور ثلاثیات دارمی وغیرہ صلاح الدین بن الامیر فخر الدین اور شیخ جمال الدین بن ظہیر نے جو اپنے وقت کے مشہور محدث تھے۔ ان سے سماع کیا تھا، اور خاص طور سے ثلاثیات دارمی پڑھی تھی۔[2]

بیت المقدس کی رہنے والی تھیں، مگر ان کا حلقۂ درس مدینہ منورہ دمشق اور مصر تک پھیلا ہوا تھا،[3] علم و فضل کے ساتھ نہایت عبادت گذار اور نیک کردار تھیں ۷۷ برس کی عمر میں ۷۲۲ھ میں وفات پائی۔[4] زینب بنت سلیمان، یہ بھی معروف محدثات میں ہیں، ان کو ابن زبیدی اور احمد بن عبدالدائم ابن صباح اور ابن حجاج وغیرہ محدثین سے سماع حاصل تھا، بعض اجزائے حدیث کی روایت میں وہ منفرد تھیں، ۷۰۵ھ میں وفات پائی۔[5]

زینب بنت یحییٰ یہ شیخ عز الدین بن عبدالسلام کی پوتی تھیں، شیخ بلدانی اور ابراہیم

---

[1] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۱۹ [2] ایضاً ج ۴ ص ۱۱۴ [3] ایضاً ج ۲ ص ۱۱۸ و شذرات الذہب ج ۶ ص ۵۶ [4] تاریخ وفات میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ مگر عمر کے بارے میں ابن عماد نے لکھا ہے کہ انکی وفات ۸۴ برس کی عمر میں ہوئی واللہ اعلم ج ۶ ص ۵۶ [5] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۱۸

بن خلیل وغیرہ سے روایت کرتی ہیں، ابن عماد نے لکھا ہے کہ وہ کثرت سے روایت کرتی تھیں[1]
حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سماع متصل کے ساتھ طبرانی کی معجم صغیر کی روایت وتحدیث میں یہ منفرد تھیں۔

امام ذہبی کا بیان ہے کہ ان کو روایتِ حدیث سے اس قدر شغف تھا، کہ

قرئ علیھا یوم موتھا جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن بھی متعدد
عدة اجزاء اجزائے حدیث ان سے پڑھے گئے۔

۷۳۵ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

زینب بنت عبداللہ، یہ امام ابن تیمیہ کی بھتیجی تھیں انھوں نے حجار وغیرہ سے سماع کیا تھا، حافظ ابن حجر کے شیوخ میں ہیں[2]

اس نام کی اور کئی خاتون ہیں جو اس فہرست میں داخل ہو سکتی ہیں مگر طوالت کے خیال سے صرف ان کے نام مع مختصر تعارف درج کئے جاتے ہیں۔

زینب بنت محمد مشہور محدث احمد بن الدائم کی پرپوتی تھیں، ۷۲۲ھ میں وفات پائی زینب بنت علی، یہ امام ذہبی کی پھوپھی تھیں۔

زینب بنت احمد بنت المغربی کے نام سے معروف ہیں مکہ میں درس دیتی تھیں، ۷۸۰ھ میں وفات پائی۔

زینب بنت قاسم، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ہمارے شیوخ میں متعدد اصحاب نے ان سے روایت کی ہے ۷۴۵ھ میں وفات پائی[3]

زاہدہ اور زینہ نام کی بھی متعدد خواتین ہیں، جو اس سلسلہ میں داخل ہیں۔ زاہدہ نے ست الوزراء سے صحیح بخاری پڑھی تھی، اور زینہ کے متعلق ابن عماد نے لکھا ہے کہ روت الکثیر

۱؎ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۱۰ ۲؎ ایضاً اور درر کامنہ ج ۲ ص ۳۵۸۔

۳؎ شذرات الذہب ج ۶ ص ۵۰ ۳ درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۰ تا ص ۱۲۱۔

انہوں نے کثرت سے روایت کی ہے۔

اسی طرح سارہ نام کی متعدد خواتین کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا ہے جن میں سارہ بنت عبدالرحمن امام برزالی کے شیوخ ہیں اور سارہ بنت محمد محدث برہان الدین اور ابو حامد بن ظہیرہ کے شیوخ میں ہیں۔

ست العرب[1] محمد بن الفخر البخاری ساتویں صدی کے مشہور و معروف محدث گذرے ہیں یہ انہیں کی پوتی تھیں، اپنے دادا سے حدیث پڑھی تھی، ابوبکر ہیثمی، حافظ زین الدین العراقی، امام مقری جیسے سرآمد روزگار محدثین ان کے تلامذہ میں ہیں، ان کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حافظ عراقی خود بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور تمیناً اپنے صاحبزادے کو بھی ساتھ لیجاتے تھے، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے، کہ ان کے دادا کی مرویات کثرت سے ان کے پاس تھیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

الکتب الطوال والاجزاء شئ من کثیر[2]	ان کے پاس اپنے دادا ابن الفخر کی مرویات کے بڑے بڑے مجموعے اور اجزاء کثرت سے موجود تھے۔

ابن عماد ان کے بارے میں لکھتے ہیں

المسندة المکثرة .... حدثت وانتشر عنها حدیث کثیر[3]	یہ مستند محدثہ تھیں، ان کی مرویات کثرت سے ہیں حدیث کا درس دیتی تھی اسلئے انکے ذریعہ کثرت سے حدیثیں پھیلیں۔

---

[1] انکا تذکرہ بار بار آیا ہے، اسلئے انکا مختصر حال لکھ دیا جاتا ہے ابن البخاری کے نام سے اسلئے معروف ہیں کہ انکے والد بہت دنوں تک بخارا میں قیام پذیر رہے۔ یہ ۵۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۹۰ھ میں وفات پائی، اپنے زمانہ میں یہ علوئے سند میں ممتاز تھے انکے درس میں اس قدر مجمع ہوتا تھا، کہ ایک ایک بار بارہ سو آدمی انکے درس میں شریک ہوتے تھے [2] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۷ [3] شذرات الذہب ج ۶ ص ۶۰۸

اس علم و فضل کے ساتھ نہایت صالحہ اور پاکیزہ اخلاق تھیں ۶۷۰ھ میں وفات پائی، ان معنوی یادگاروں کے علاوہ ایک عالم صاحبزادہ شمس الدین کو یادگار چھوڑا۔[۱]

ست الفقہار اور ست القضاۃ۔ یہ دونوں خاتون امیر دمشق علاء الدین کی بہن تھیں، ان بھائی اور بہنوں کو حدیث کا خاص ذوق تھا، مشہور محدثہ شامیہ بنت البکری سے انہوں نے سماع حدیث کیا تھا، یہ خانوادہ قلعہ شیزر[۲] میں رہتا تھا، یہیں پر ان دونوں بہنوں نے محمد بن النخوبری کی امالی[۳] کے تیسرے چوتھے، چھٹے، ساتویں، اور گیارہویں حصہ کا سماع کیا تھا، اس قلعہ میں ان کا درس حدیث بھی ہوتا تھا، ست الفقہار زین الدین العراقی کے شیوخ میں ہیں ۷۶۵ھ میں وفات پائی[۴]

ست البنین۔ انہوں نے ابن شحنہ[۵] سے بخاری پڑھی تھی۔ امام دمیاتی نے ان کو روایت حدیث کی اجازت دی تھی، ابو حامد ابن ظہیرہ ان سے سماع کے ذریعہ روایت کرتے ہیں[۶]

ست الخطبار، قاہرہ کے قاضی تقی الدین کی صاحبزادی تھیں، علی بن صواف اور علی بن عیسٰی وغیرہ سے سماع حاصل تھا، مصر اور دمشق دونوں جگہ انکا فیض تحدیث جاری تھا[۷] ان کی ایک بہن سارہ کا تذکرہ آچکا ہے۔ ۷۷۳ھ میں وفات پائی۔

ان کے علاوہ اس نام کی متعدد اور خواتین مثلاً ست الامل، ست الشام، ست العجم، ست العیال وغیرہ ہیں انہوں نے حدیث کی روایت و سماع میں حصہ لیا ہے، حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں ان تمام کا تذکرہ کیا ہے (ج ۲ ص ۱۲۷ تا ۱۳۰)

---

[۱] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۷ [۲] یہ صرف قلعہ نہیں تھا، بلکہ ایک چھوٹی سی ریاست کا مرکز تھا۔ اسامہ بن منقذ اور بہت سے علماء اور امراء اس سے وابستہ رہے ہیں [۳] یہ امالی حدیث سے متعلق تھی [۴] ایضاً [۵] ایضاً ص ۱۲۸ [۶] ایضاً۔

[۷] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۲۹

سبیتہ بنت محمد، ان کے والد شمس الدین عمر بڑے پایہ کے عالم تھے۔ انہوں نے ان ہی سے سماع حدیث کیا تھا حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان سے ایک جماعت نے سماع کیا ہے، مثلاً ابو حامد ابن ظہیرہ نے جو ہمارے اقران میں ان کے ایک صاحبزادہ بدرالدین تھے جن کا شمار محدثین میں ہوتا ہے۔[1]

سفری بنت یعقوب، سفری کے خاندان میں علم و فضل کئی پشت سے وراثۃً چلا آرہا تھا، ان کے پردادا عبداللہ یمن اور عسقلان کے قاضی رہ چکے تھے، ان کے دادا اسمٰعیل کا شمار محدثین میں تھا، سفری نے اپنے دادا اور اپنے بھائی اسحاق سے حدیث کا سماع کیا تھا، ۶۶۰ھ میں پیدا ہوئیں، اور ۷۴۵ھ میں وفات پائی۔[2]

شہدہ بنت کمال الدین، یہ حافظ وقت شیخ ابن العدیم کی پوتی تھیں، انہوں نے متعدد محدثین سے سماع کیا تھا، شیخ عمر بن بدر الموصلی سے سماع و روایت میں انہیں تفرد حاصل تھا۔ امام ذہبی نے ان سے سماع کیا تھا، ابن عماد ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کانت تکتب و تحفظ و تتزھد و تعبد[3] | لکھنا جانتی تھیں[2] بہت سی چیزوں کی حافظ تھیں نہایت عابدانہ اور زاہدانہ زندگی گذارتی تھیں۔

۷۰۹ھ میں وفات پائی[4]

صفیہ بنت احمد، مشہور محدث شیخ کرمانی سے انہوں نے اربعین الشحامیہ اور مشہور حافظ حدیث احمد بن عبدالدائم سے صحیح مسلم پڑھی تھی، ان کے حدیث کی دوسری کتابوں کا سماع

---

[1] درر کامنہ ج ۲ ص ۱۳۰ [2] ایضاً ۱۳۸ [3] اس زمانہ میں پڑھنے کا رواج تو بہت تھا۔ مگر لکھنا بہت کم لوگ جانتے تھے، اس لئے اس صنعت کا تذکرہ ارباب رجال خصوصیت سے کرتے ہیں [4] درر کامنہ ج ۶ ص ۲۰۔

بھی کیا تھا، خود بھی صحیح مسلم اور بعض دوسری کتبِ حدیث کی تحدیث کرتی تھیں ۷۴۱ھ میں انتقال کیا۔[1]

ضیفہ محدث شمس الدین کی صاحبزادی تھیں۔ حدیث کا ذوق تھا، متعدد اصحاب حدیث سے سماع کیا تھا، لیکن ان کا خاص شغل پند و موعظت تھا، اور اسی حیثیت سے وہ مشہور ہیں، عورتوں کے سامنے عموماً ان کا وعظ بھی ہوتا تھا۔[2]

عائشہ بنت ابراہیم یہ امام مذی کی اہلیہ تھیں۔ حافظ ابن کثیر ان کے داماد تھے، ان کو بھی حدیث سے کسی قدر لگاؤ تھا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ انہوں نے حدیث کی روایت کی ہے لیکن ان کا اصلی ذوق اور شغف قرآن سے تھا۔ قرآن کی حافظ تھیں عورتوں کو ترتیل کے ساتھ اس کا درس دیتی تھیں۔ حافظ ابن کثیر نے بڑے اچھے الفاظ میں اس کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

كانت عديمة النظير فى نساء زمانها لكثرة عبادتها وتلاوتها واقرائها القرآن لفصاحة وبلاغة واداء صحيح يعجز كثير من الرجال[3]	اپنے زمانہ کی عورتوں میں اپنی کثرت عبادت، تلاوت، نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ قرآن کی تدریس میں وہ عدیم النظیر تھیں قرآن اس قدر صحت مخارج کے ساتھ پڑھتی تھیں کہ بہت سے مرد بھی اس طرح نہیں پڑھ سکتے تھے۔

عائشہ بنت محمد، انہوں نے متعدد محدثین مثلاً ابن العراقی، شیخ بلدانی، محمد عبدالہادی وغیرہ سے سماع کیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔

حدثت بالكثير وتفردت باجزاء بہت کثرت سے روایت کرتی ہیں

۱؎ درر کامنہ ج ۲ ص ۱۳۸ ۲؎ البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۱۸۹ ۳؎ درر کامنہ ج ۲ ص ۲۳۸

اور بہت سے اجزار حدیث کی روایت میں منفرد تھیں۔

امام ذہبی نے انکو خیرہ اور رقائقہ لکھا ہے، انکا ذریعہ معاش سلائی تھا، ۷۳۶ھ میں وفات پائی۔

عائشہ بنت اسماعیل۔ زینب بنت اسماعیل جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے، یہ انہیں کی بہن تھیں، یہ بھی حدیث کی روایت میں معروف تھیں۔ حافظ زین الدین العراقی انکے شیوخ میں ہیں[1]۔

حافظ ابن حجر نے عائشہ نام کی تقریباً پندرہ خواتین کا تذکرہ کیا ہے جن میں بیشتر ایسی ہیں جنہوں نے حدیث کی روایت وسماع میں حصہ لیا ہے۔

فاطمہ بنت ابراہیم۔ ان کے والد اور دادا کا شمار علمار میں تھا۔ فاطمہ نے ابتدا میں انہی سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ ابو مہر کے مجموعہ حدیث کو ابراہیم بن خلیل سے اور ابن الغرات کی احادیث کو خود انہی سے پڑھا تھا، اس کے علاوہ علی بن الدائم سے انتخاب طبرانی، اربعین آجری جزر ایوب۔ جزء ابن عرفہ وغیرہ کا سماع کیا تھا ان کو متعدد محدثین سے سماع وروایت میں تفرد حاصل تھا ۷۴۲ھ میں وفات پائی[2]۔

فاطمہ بنت ابراہیم۔ انہوں نے صحیح بخاری حافظ ابن الزبیدی سے پڑھی تھی۔ اور خود بھی اس کی تحدیث کرتی تھیں۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے، کہ

حدثت قدیماً من زمان ابن الدائم۔ یہ بہت دنوں سے یعنی حافظ ابن الدائم کے زمانے سے منصب تحدیث پر فائز تھیں۔

امام سبکی جیسے علامۂ روزگار نے ان سے اکتساب فیض کیا تھا۔ ان کے ایک صاحبزادے ابراہیم کا شمار علمار میں تھا۔ ان کے علاوہ ایک اور فاطمہ بنت ابراہیم ہیں جو امام ذہبی اور ابن رابع کے شیوخ ہیں۔ ان اماموں نے اپنے معجم الشیوخ میں انکا تذکرہ کیا ہے[3]

---

[1] درر کامنہ ج ۲ ص ۲۳۶ [2] ایضاً ج ۳ ص ۲۲۰ [3] درر کامنہ ج ۳ ص ۲۲۰۔

زینب بنت کی[1] جن کا تذکرہ ساتویں صدی کی محدثات میں ہو چکا ہے۔ ان سے فاطمہ کو سماع حاصل تھا۔ فاطمہ بنت سلیمان، انہوں نے آٹھویں صدی کے بیشتر مشاہیر سے روایت کی ہے، امام برزالی نے لکھا ہے کہ فاطمہ نے ہم سے متعدد کبار محدثین کی مرویات کی روایت کی ہے، اجازۃً جن شیوخ سے انہوں نے روایت کی ہے، ان کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے عز بن جماعہ ان کے تلامذہ میں ہیں، ابن عماد نے لکھا ہے کہ انہوں نے کثرت سے روایت کی ہے، شادی نہیں کی تھی ۷۰۸ھ میں اس دار فانی کو چھوڑا۔[2]

فاطمہ بنت عبدالرحمٰن، آٹھویں صدی کے ایک علمی خانوادہ میں یہ پیدا ہوئیں۔ ان کے نانا التقی الواسطی کا شمار علماء محدثین میں تھا، ان کی والدہ ست الفقہار جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے، محدثات میں تھیں۔ انہی کے آغوشِ فیض میں ان کی تربیت ہوئی۔ اور اس علمی ماحول میں وہ پروان چڑھیں، پہلے اپنے نانا اور اپنی والدہ سے تحصیل کی اس کے بعد احمد بن عبدالدائم سے انتخاب طبرانی جزء ایوب، اور ابراہیم بن خلیل اور دوسرے شیوخ سے حدیث کے متعدد اجزار کا سماع کیا۔[3]

فاطمہ بنت احمد، انہوں نے صحیح بخاری محدثہ وقت ست الوزرار سے پڑھی تھی۔ ۷۶۶ھ میں وفات پائی۔ فاطمہ بنت ابی بکر، یہ امام ذہبی اور امام برزالی کے شیوخ میں ہیں ۷۳۶ھ میں وفات پائی۔ فاطمہ بنت ابن الدائم مشہور محدث احمد بن عبدالدائم کی پوتی تھیں۔ حدیث کے متعدد اجزار اپنے دادا سے پڑھے تھے۔ امام برزالی کے شیوخ میں ہیں۔[4]

فاطمہ بنت عبداللہ، حافظ ابن الدائم سے صحیح مسلم اور جزء ابن عرفہ کا سماع کیا تھا،

---

[1] زینب ان محدثات میں ہیں جن سے روایت اور سماع کرنا قابلِ فخر تھا۔ [2] درر کامنہ ج ۳ ص ۲۲۲ [3] ایضاً ص ۲۲۳ [4] ایضاً

دوسرے شیوخِ حدیث سے بھی سماع حاصل تھا، حافظ عز بن جماعہ اور امام برزالی کے شیوخ میں ہیں ۷۳۳ھ میں وفات پائی۔[1]

فاطمہ بنت علی، امام سبکی کی بہن تھیں، ان کے والد خود محدث تھے۔ انہی سے سنن نسائی پڑھی تھی عز بن جماعہ ان سے روایت کرتے ہیں۔[2]

ان کے علاوہ ایک اور فاطمہ بنت علی ہیں۔ انہوں نے صحیح بخاری حافظ وقت شیخ حجاز اور محدثہ وزیرہ سے پڑھی تھی، ان سے ابوحامد بن ظہرہ نے سماع کیا تھا۔ اور حافظ ابن حجر کے شیخ تقی الدین نے روایت حدیث کی اجازت لی تھی۔[3]

فاطمہ بنت عیاش۔ بظاہر علمِ حدیث کی روایت وسماع کے سلسلہ میں انکی کوئی خدمت نہیں معلوم ہوئی۔ مگر علم وفن اور خاص طور سے علمِ فقہ سے انہیں خاص ذوق تھا۔ اسی لئے ان کو اس فہرست میں لے لیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ فقہ بہت اچھی جانتی تھیں۔ امام ابن تیمیہ ان کی ذکاوت اور علمی شغف کے بڑے مداح تھے، ان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

كانت تدرى الفقه جيدًا وكانت	فقہ بہت اچھی جانتی تھیں اور فقہ کی تحصیل
تفقهت عند المقادسة وقل	انہوں نے علمائے بیت المقدس سے کی تھی۔
من انجب من النساء مثلها	بہت کم عورتیں ان کی طرح ممتاز ہوئی ہیں

ابن عماد نے ان کے علم وفضل زہد وتقویٰ۔ اور امر بالمعروف کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے ان کے بعض فقرے یہ ہیں۔

العالمة الفقيهة سيدة زمانها	عالمہ، فقیہہ، اپنے زمانہ میں سیدۃ النساء تھیں
وانتفع بها خلق من النساء	ان سے بے شمار عورتوں نے اکتسابِ فیض

---

[1] درر کامنہ ج ۲ ص ۲۲۵ [2] ایضاً ص ۲۲۲ [3] ایضاً

وكانت وافرة العقل والعلم ذات اخلاص وخشية وامر بالمعروف وانصلح بها نساء دمشق ثم نساء مصر وكان لها قبول زائد۔[1]

کیا، نہایت عاقل، اور صاحب علم تھیں اسی کے ساتھ اخلاص خشیت الٰہی اور امر بالمعروف کے زیور سے بھی آراستہ تھیں، ان کے ذریعہ دمشق اور مصر کی عورتوں میں صلاح و تقویٰ پیدا ہوگیا تھا۔ ان کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل تھی۔

فاطمہ بنت علم الدین۔ یہ امام برزالی کی صاحبزادی ہیں قرآن کی حافظ تھیں، ابن عماد نے لکھا ہے کہ محدثین کی ایک جماعت سے انہوں نے سماع حدیث کیا تھا۔ بخاری شریف کا انہوں نے صرف سماع ہی نہیں کیا تھا، بلکہ ان کے پاس ان کا لکھا ہوا اس کا نسخہ بھی موجود تھا، حدیث کے متعدد اجزاء، اور مجد الدین ابن تیمیہ کی کتاب الاحکام بھی ان کے پاس خود انہی کی لکھی ہوئی موجود تھی۔[2]

ان کے علاوہ اس نام کی کئی اور خاتون ہیں۔ جو اسی زمرہ میں داخل ہیں، مگر قصداً انکو نظر انداز کر دیا جاتا ہے

موفقیہ بنت احمد، یہ بہت سے اجزائے حدیث کے سماع میں منفرد تھیں، ابن سید الناس امام سبکی، عز بن جماعہ، ابن الفخر وغیرہ بہت سے ممتاز محدثین ان کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہیں۔[3]

مریم بنت شہاب الدین ان کو حسینی نے مسندۂ مصر لکھا ہے یہ قاضی القضاۃ شمس الدین کی پوتی تھیں۔

تاریخ بنت عبد اللہ۔ ابن الدائم سے صحیح مسلم اور منتقی کے بعض حصوں کا سماع کیا تھا عز بن جماعہ اور ابن رافع کے شیوخ میں ہیں۔

---

[1] شذرات الذہب ج ۶ ص ۴۳ [2] شذرات الذہب ج ۶ ص ۹۷ [3] درر کامنہ ج ۴ ص ۳۸۴

نخوہ بنت زین الدین حافظ ابونعیم نے مستخرج بخاری کی جلدوں میں لکھی ہے، اس کے متعدد اجزار کا سماع نخوہ نے یوسف بن خلیل سے کیا تھا، ان اجزار کی روایت میں وہ منفرد تھیں، امام ذہبی کے شیوخ میں ہیں، انھوں نے لکھا ہے کہ میرے خیال میں ان کے علاوہ کسی دوسری عورت نے یوسف بن خلیل سے سماع نہیں کیا ہے۔ ۷۱۹ھ میں وفات پائی۔[1]

نفیسہ بنت ابراہیم، ابن الدائم، عبدالوہاب بن الناصح، اسماعیل بن عسقلانی وغیرہ ان کے شیوخ میں ہیں۔ اور امام برزالی، امام ذہبی۔ ابوشامہ، ابن رافع وغیرہ نے ان سے سماع کیا تھا، اور اپنے معجم الشیوخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ انہوں نے بہت کثرت سے روایت کی ہے، حسینی نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے ۷۲۹ھ میں وفات پائی۔[2]

هدیہ بنت علی، انہوں نے ابن الزبیدی، ابن اللتی اور ہمدانی وغیرہ سے سماع کیا تھا۔ علم و فضل کے ساتھ صاحبِ زہد و تقویٰ بھی تھیں۔[3]

اس صدی کے آخر میں ایک خاتون وزیرہ گذری ہیں ان سے بڑے بڑے محدثین نے حدیث کا سماع کیا ہے۔ خصوصیت سے صحیح بخاری اور مسند الشافعی کی تحدیث میں وہ ممتاز تھیں۔ ابن عماد اور حافظ ابن حجر نے متعدد جگہ ان کا ذکر کیا ہے۔[4]

طوالت کے خیال سے اس صدی کا تذکرہ ہم ان ہی پر ختم کرتے ہیں۔ ورنہ اس صدی کی محدثات کی فہرست کافی طویل ہے۔

آٹھویں صدی کی محدثات کے بعد نویں صدی کے محدثات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس صدی کی خواتین کے تذکرہ میں زیادہ تر شذرات الذہب اور الضور اللامع سے مدد لی گئی ہے الضور اللامع میں ایک ہزار سے زیادہ خواتین کا تذکرہ ہے جس میں نصف سے زائد خدمتِ حدیث میں حصہ لینے والی خواتین تھیں، ظاہر ہے کہ فرداً فرداً ہر ایک کے تذکرہ کی اس مضمون میں

---

[1] شذرات الذہب ج ۶ ص ۹۷ [2] درر کامنہ ج ۴ ص ۳۸۴ [3] ایضاً [4] ایضاً۔

گنجائش نہیں ہے اس لئے مشاہیر کی خدمات کا ایک مختصر خاکہ یہاں پیش کیا جاتا ہے
آسانی کے لئے ناموں میں حروف تہجی کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے،

آمنہ بنت الصدر: یہ قاضی احمد کی صاحبزادی تھیں، متعدد علماء سے حدیث پڑھی تھی خصوصیت سے بخاری شیخ ابو الفرج سے پڑھی تھی، امام سخاوی نے ان سے حدیث کی سند کی اجازت لی تھی، نہایت پاکیزہ اخلاق تھیں، ۸۶۰ھ میں وفات پائی، اس نام کی اور متعدد خواتین ہیں جو اس فہرست میں داخل کی جا سکتی ہیں،

اسماء نام کی متعدد محدثات ہیں جن میں اسماء بنت عبد اللہ کے متعلق امام سخاوی نے لکھا ہے، کہ ان کو ۲۶ شیوخ سے حدیث کی اجازت حاصل تھی، اور ان میں بعض ابن فہد اور امام سخاوی کے شیوخ میں ہیں۔

الف بنت علم الدین: یہ ایک علم پرور امیر خاندان کی چشم و چراغ تھیں، ان کے دادا نے ایک مدرسہ بنوایا تھا، یہ اسی مدرسہ میں رہتی تھیں، یہ خود تو زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھیں، مگر علماء و محدثین کی ایک جماعت ہمیشہ ان کے پاس رہتی تھی جو

یقرأون عندھا الحدیث والتفسیر — ان کے پاس حدیث و تفسیر کی قرأت کرتے رہتے تھے

اس نام کی ایک خاتون الف بنت عبد اللہ تھیں، جنکے متعلق امام سخاوی نے لکھا ہے کہ

سمع منھا الفضلاء — ان سے فضلائے وقت نے سماع کیا تھا،

علم و فضل کے ساتھ نہایت عبادت گذار اور نیک کردار تھیں ۸۷۹ھ میں وفات پائی۔

ام الخیر امۃ الخالق: شیخ جمال حنبلی اور شرف بن کویک وغیرہ سے استفادہ حدیث کیا تھا۔ مشہور محدث، ابو العباس الحجار سے اپنے زمانہ میں یہ آخری راویہ تھیں، امام سخاوی نے ان سے اجازت حدیث لی تھی،

انس بنت عبد الکریم: یہ محمد بن انس نائب السلطنت کی نواسی تھیں، ان کی والدہ

سارہ اور ان کی ایک بہن آمنہ کا شمار عالمات میں تھا، یہ محدثِ وقت حافظ ابن حجر کی اہلیہ تھیں، اور زیادہ تر ان ہی سے حدیث پڑھی تھی۔ انہی کے واسطہ سے شیخ عراقی اور شرف بن کویک کی مرویات اور صحیح بخاری اور دوسری کتبِ حدیث کا سماع کیا تھا۔ خود درس حدیث دیتی تھیں ان کے درس کے بارے میں امام سخاوی لکھتے ہیں۔

حدثت بحضور شیخنا وبعدہ وقرأ علیہا الفضلاء	حافظ ابن حجر کی موجودگی میں اور ان کی وفات کے بعد بھی حدیث کی روایت کرتی تھیں ان سے بڑے بڑے علماء نے حدیث پڑھی تھی۔

حافظ ابن حجر کی موجودگی میں حدیث کا درس دینا ان کی عظمت کا سب سے بڑا ثبوت ہے، امام سخاوی نے ان سے استفادہ کیا تھا، وہ اپنے بارے میں لکھتے ہیں "میں نے بہت سی چیزیں ان سے حاصل کیں"۔

علم و فضل کے ساتھ صاحبِ زہد و تقویٰ بھی تھیں، الضوء اللامع میں ہے

کانت رئیسۃ دینیۃ کریمۃ راغبۃ فی الخیر مجابۃ الدعاء یقال انہا رأت لیلۃ القدر (ج ۱۲ ص ۱۱)	بہت ہی امیر، دیندار، فیاض، کارِ خیر میں حاتم اور مستجاب الدعوات تھیں، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے لیلۃ القدر دیکھی تھی،

بائی خاتون بنت ابوالحسن: ابوبکر المزی وغیرہ شیوخِ حدیث سے سماع کیا تھا متعدد محدثین اور محدثات سے انہیں حدیث کی اجازت حاصل تھی، خود بھی درسِ حدیث دیتی تھیں علمِ حدیث کے طلبہ اور اس فن کے ذوق رکھنے والوں سے انہیں خاص انس تھا، اپنے درس میں حدیث کا احترام اور سماع کرنے والوں کی سہولت کا بڑا لحاظ رکھتی تھیں طلبہ کے سوالات اور سماعِ حدیث سے بالکل نہیں گھبراتی تھیں، ان کا حلقۂ درس مصر و شام تک پھیلا ہوا تھا، امام سخاوی نے لکھا ہے

حدثت بالشام و مصر.....	شام، مصر دونوں جگہ درس حدیث دیتی

وكانت خيرة من بيت علم وریاسة محبة في الحدیث۔ (الضوء اللامع)

تھیں اسی کے ساتھ نہایت نیک کردار صاحب ریاست اور صاحب علم خانوادے سے تعلق رکھتی تھیں، علم حدیث سے انہیں خاص محبت تھی۔

امام سخاوی ان کے تلامذہ میں ہیں، ۸۶۴ھ میں وفات پائی،

بیرم بنت احمد: ان کے والد احمد بن محمد کا شمار نویں صدی کے فقہاء میں تھا۔ بیرم چونکہ انہی کی تربیت یافتہ تھیں، اس لئے ان پر بھی فقہی رنگ غالب تھا، ابتدائی تعلیم گھر میں پائی۔ شمس الدین بن صائغ اور ان کی صاحبزادی فاطمہ سے قرأت سبعہ کی مشق کی تھی، اپنے والد کے ساتھ بیت المقدس گئیں، تو وہاں کے شیوخ سے سماع حدیث کیا، حافظہ نہایت قوی تھا۔ اس لئے اس کو مختلف فنون کی کتابیں ازبر تھیں۔ مثلاً کتاب العمدہ رسالہ شاطبیہ، قصیدہ بردہ، عقیدۃ الغزالی، اور امام نووی کی اربعین وغیرہ، امام سخاوی نے لکھا ہے، کہ امام نووی کی حدیث کی مشہور کتاب ریاض الصالحین اور طہارۃ القلوب اکثر ان کے مطالعہ میں رہتی تھیں، تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

ام بکر بنت محمد بن منجا، شام میں منجا نامی ایک خانوادہ تھا جس نے علم وفضل کے لحاظ سے بڑی ترقی کی اور یہ دولت اس کے پاس کئی صدی تک باقی رہی، ام بکر اسی خانوادہ کی ایک فرد تھیں ان کو امام ترمذی، اور امام برزالی جیسے شہرۂ آفاق محدثین کی صحبت حاصل تھی۔ مشہور محدثہ زینب بنت کمال اور شہاب الجراوی وابن الشلبی سے سماع حدیث کیا تھا خود بھی تحدیث کرتی تھیں، بہت سے ممتاز محدثین نے ان سے استفادہ کیا تھا حافظ ابن حجر نے ان سے حدیث کی اجازت لی تھی، انہوں نے اپنی معجم میں ان کا تذکرہ کیا ہے امام سخاوی لکھتے ہیں:

سمع منها الفضلاء اجازت

ان سے بہت سے علماء نے سماع کیا

شیخنا (ص ۱۶) ہمارے شیخ (ابن حجر) کو بھی انہوں نے اجازت دی تھی۔

۸۰۳ھ میں وفات پائی۔

ام عبداللہ بنت ناصر الدین یہ ست التجار کے لقب سے مشہور تھی، غالباً اس لقب کی یہ وجہ ہے کہ ان کے والد بڑے دولت مند اور ممتاز تاجر تھے، عزبن جماعہ سے ان کو اجازتِ حدیث تھی۔ انہوں نے شیخ کی مرویات کی ترتیب و تبویب بھی کی تھی، بڑے بڑے فضلاء ان کے تلامذہ میں ہیں، حافظ ابن حجر نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا، ۸۴۸ھ میں وفات پائی۔

جویرہ یہ حافظ ابوالفضل العراقی کی صاحبزادی تھیں، اپنے والد ابوبکر ہیثمی اور ابن حاتم اور دیگر محدثین سے حدیث پڑھی تھی، انہوں نے خود تحدیث شروع کی، تو اس وقت کے بیشتر علماء نے ان سے سماع کیا، امام سخاوی جو ان کے شاگردوں میں ہیں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

كانت محبة في الحديث سمع منها الائمة (ص ۱۸) فن حدیث سے انہیں خاص شغف تھا اور ان سے بہت سے ائمہ وقت نے سماع کیا۔

۸۶۳ھ میں وفات پائی ان کے جنازے میں بے شمار آدمی تھے، جس سے ان کی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔

حسن السعدیہ اس صدی کی مشہور محدثہ ہیں، بڑے بڑے فضلاء ان سے روایت کرتے تھے، ابن فہد ان کے تلامذہ میں ہیں ۸۴۲ھ میں وفات پائی۔

حسلہ بنت حسن: امام برزالی اور امام ترمذی سے ان کو سماع حاصل تھا، ان سے ترمذی کے بعض حصے خاص طور سے انہوں نے پڑھے تھے، حافظ ابن حجر

نے اپنی معجم الشیوخ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حلیمہ نام کی متعدد محدثات ہیں، جنہوں نے سماع اور تحدیث روایت میں حصہ لیا، الضوء اللامع میں ان کا تذکرہ موجود ہے

خیفسہ، ان کے ایک بھائی محمد تھے، جن کا شمار محدثین میں تھا، انہی کے ساتھ انہوں نے ابونعیم کی مستخرج علی مسلم کا سماع کیا تھا۔

خدیجہ بنت ابراہیم، آٹھویں صدی کے مشہور محدث قاسم بن المظفر سے ان کو سماع حاصل تھا، یہ نویں صدی میں ان سے آخری راویہ تھیں، متعدد ممتاز محدثین سے ان کو حدیث کی اجازت حاصل تھی، حافظ ابن حجر ان سے کثرت سے روایت کرتے تھے، درس حدیث میں وہ مشہور تھیں، ان سے بہت سے ائمۂ حدیث نے سماع کیا تھا۔ ۹۰ برس کی عمر میں ۸۰۳ھ میں وفات پائی۔

خدیجہ بنت الموفق: اس صدی کی مشہور محدثہ عائشہ بنت الهادی سے مسند عمر شیخ بردی کی ذم الکلام اور علی بن عاصم کے اجزائے حدیث کا سماع کیا تھا امام سخاوی نے لکھا ہے کہ یوسف بن حسن اس صدی کے علماء میں ہیں، انہوں نے خدیجہ کے لئے اربعین کی تخریج کی تھی۔ (ص ۲۸)

خدیجہ بنت علی اپنے والد کی معیت میں شیخ عزبن کو یکسے سے موطا امام مالک پڑھی تھی، خود بھی متعدد بار موطا کی تحدیث کی تھی امام سخاوی نے موطا انہی سے پڑھی تھی؛ مطالعہ کا خاص ذوق تھا، اور یہ ذوق آخری عمر تک باقی رہا، عورتوں کے مخصوص مسائل سے ان کو پوری واقفیت تھی، اسی کے ساتھ نہایت زاہدہ اور پاکیزہ اخلاق تھیں۔ (ص ۲۹)

خدیجہ بنت عمر: ابن صدیق اس صدی کے محدث تھے، ان ہی سے صحیح بخاری کا بیشتر حصہ اور ثلاثیات دارمی کا سماع کیا تھا، جو کچھ پڑھا تھا، اس کی تحدیث بھی کرتی تھیں، کبار علماء نے ان سے روایت کی ہے ۸۶۰ھ کے قریب ان کی وفات ہوئی۔

اس نام کی اور بھی متعدد محدثات ہیں، مثلاً خدیجہ بنت فرج الزیلیعیہ، خدیجہ بنت النور متوفاۃ ۸۳۸ھ، خدیجہ بنت ابو عبد اللہ متوفاۃ ۸۴۶ھ وغیرہ

رقیہ بنت اشرف محمد، ان کا خانوادہ علم حدیث میں ممتاز تھا، ان کے دادا والد اور چچا کا شمار محدثین میں تھا الضوء اللامع میں ہے،

من بیت حدیث بل عمها ابو الفرج مسند القاهرة	حدیث کا ذوق رکھنے والے خانوادہ سے تھیں ان کے چچا ابو الفرج تو قاہرہ کے ممتاز اور مسلم محدثین میں تھے۔

خود ان کے شوہر کو فنِ حدیث میں درک تھا، اس ماحول میں رقیہ کی تعلیم و تربیت ہوئی فنِ حدیث اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے ممتاز شیوخ حدیث سے حاصل کیا، یحیٰی بن یوسف البصری جیسے محدثین سے ان کو سماع حاصل تھا، امام سخاوی ان کے شاگردوں میں ہیں، ان کے بعض اقران رقیہ سے کثرت سے روایت کرتے ہیں۔

رقیہ بنت یحیٰی: امام مذی، امام ذہبی، امام برزالی، اور زینب بنت کمال وغیرہ جیسے سر آمد روزگار محدثین سے ان کو اجازت حاصل تھی، حافظ ابن حجر نے اپنی معجم الشیوخ میں ان کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔

انها روت الكثير ولم القها	انہوں نے کثرت سے روایت کی ہے مگر میں ان سے ملاقات نہیں کر سکا۔

امام سخاوی لکھتے ہیں۔

حدثت سمع منها الائمة ...... حدثنا عنها جماعة كثيرون وفى الاحياء ببلاد الحجاز الآن من سمع منها (ص ۳۶)	حدیث بیان کرتی تھیں، ان سے ائمۂ حدیث نے روایت کی ہے حجاز کے مختلف شہروں میں ان سے سماع رکھنے والے موجود ہیں۔

زلیخا بنت ابراہیم۔ ان کے والد ابراہیم کا شمار علماء میں تھا ان کی والدہ اور ان کی ایک بہن بھی علمی حیثیت سے ممتاز تھیں، حافظ زین الدین عراقی، اور ابوبکر ہیثمی سے انہوں نے صحیح بخاری اور ابوداؤد پڑھی تھی، ان اماموں کے علاوہ صحیح بخاری دوبارہ حافظ علی التنوفی سے پڑھی، خود بھی تحدیث روایت کرتی تھیں ۸۶۷ھ میں وفات پائی۔

زینب بنت ابراہیم: یہ زلیخا کی بہن تھیں صحیح بخاری اور ابوداؤد کا سماع انہیں حاصل تھا، بعض خصوصیات میں یہ اپنی بہن سے ممتاز تھیں، امام سخاوی لکھتے ہیں

کانت کاتبۃ ونظرت فی کتب العلم وکثرت من العبادۃ وسمع منہا الطلبۃ (ص ۳۹)	لکھنا جانتی تھیں، علم وفن کی کتابیں مطالعہ کرتی تھیں اور کثیر العبادۃ تھیں، ان سے بہت سے طلبہ نے سماع کیا تھا۔

خود امام سخاوی بھی ان کے تلامذہ میں ہیں، ۸۷۹ھ میں وفات پائی۔

زینب بنت احمد: یہ مکہ میں پیدا ہوئیں اور وہیں سنن ابن ماجہ اور مسند ابو یعلیٰ کے بعض حصوں کا سماع کیا، زین الدین العراقی، اور ابوبکر ہیثمی جیسے محدثین سے انہیں اجازت حاصل تھی، اپنے مسموعات کے علاوہ دوسرے محدثین کی مرویات کی بھی انہوں نے متعدد بار تحدیث کی تھی ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔

زینب بنت عبدالرحیم: یہ شیخ زین الدین العراقی کی صاحبزادی تھیں، اپنے والد اور ابوبکر ہیثمی سے سماع حدیث کیا تھا، حدیث کی کتابوں میں خصوصیت سے مسند احمد بن حنبل کی روایت وتحدیث میں ممتاز تھیں، امام سخاوی ان کے تلامذہ میں ہیں، ان کی روایت حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حدثت الکثیر سمع منہا الفضلاء	کثرت سے روایت کی ہے ان سے ممتاز محدثین نے سماع کیا تھا۔

زینب بنت عبداللہ: ان کے علاوہ عبداللہ اور ان کے بھائی ابراہیم کا شمار

محدثین میں تھا، اس خانوادے کے دوسرے افراد کو بھی حدیث سے شغف تھا، زینب نے اہل خاندان کے علاوہ دوسرے محدثین سے بھی سماع کیا تھا. امام سخاوی نے بھی ان سے اکتساب فیض کیا تھا انکے بارے میں لکھتے ہیں۔

من بیت حدیث وراویة	روایت وحدیث سے شغف رکھنے والے
حدثت سمع منها الفضلاء	خاندان سے تھیں خود بھی روایت کرتی تھیں
(ص ۴۲)	ان سے بہت سے فضلاء نے سماع کیا۔

زینب بنت علی: ان کے والد علی بن محمد ممتاز حافظ قرآن تھے زینب کو انہوں نے شروع میں حافظ قرآن بنایا اس کے بعد کتاب العمدہ، الحادی، مختصر ابی شجاع پھر اس کے بعد بخاری اور مسلم پڑھائی، تحصیل کے بعد زینب نے خود درس دینا شروع کیا ان کی مجلس درس صلاح الدین بن جیعان کے گھر میں ہوتی تھی۔ (ص ۴۵)

زینب بنت کمال: یہ اس خانوادہ کی نورِ نظر تھیں، جس میں علم وفن اور خصوصیت سے علمِ حدیث کا خاص چرچا تھا، ان کی والدہ اور ان کی بہن فاطمہ کا شمار محدثین میں تھا، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ انہوں نے حدیث کا اکتساب کس سے کیا تھا، امام سخاوی نے لکھا ہے کہ قرآن کی قاریہ تھیں، مطالعہ کا خاص ذوق تھا، اور خصوصیت سے سیرت نبوی کے مطالعہ کا۔

سارہ بنت عمر، ابن البخاری کے اصحاب سے انہیں سماع حاصل تھا، امام سخاوی نے لکھا ہے کہ انہوں نے کثرت سے روایت کی ہے، ان سے ممتاز ائمہ حدیث نے سماع کیا تھا، اس تذکرہ کے بعد لکھتے ہیں۔

نزل اهل مصر لموتها فی	اہل مصر ان کی موت کے بعد روایت میں
الروایة درجة	ایک درجہ نیچے آگئے

اس سے ان کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

عائشہ بنت السلام: فخر بن البخاری کے اصحاب سے ان کو سماع حاصل تھا، ان کے علاوہ دمشق، قاہرہ، اور بعلبک کے مشہور محدث ابن امیلہ سے ابوداؤد اور ترمذی پڑھی تھی، ان کتابوں کے علاوہ دوسرے شیوخِ حدیث کی مرویات اور تخریجات کا سماع بھی کیا تھا، ان سے متعدد ائمہ حدیث نے سماع کیا تھا، امام سخاوی لکھتے ہیں

حدثت بالکثیر سمع منها الائمة — کثرت سے روایتیں کی ہیں، ان سے ائمہ حدیث نے سماع کیا ہے۔

حافظ ابن حجر اور خود امام سخاوی ان کے تلامذہ میں رہیں۔ سنہ ۷۶۰ھ کے قریب دمشق میں پیدا ہوئیں، اور سنہ ۸۴۲ھ میں بیمارستان نوری میں وفات پائی۔

عائشہ بنت علی: اس صدی کی ممتاز خواتین میں ہیں ان کے گھرانے میں متعدد اشخاص علم حدیث سے شغف رکھتے تھے، ان کے نانا ابوالحرم اور ان کے والد ابوالحسن علی کا شمار محدثین میں تھا، ان کے صاحبزادے احمد کا شمار علماء میں ہوتا تھا، انہوں نے سب سے پہلے اپنے نانا سے متعدد اجزاء کا سماع کیا تھا، ان کے بعد عزبن جماعہ اور موفق الحسیلی سے مسند الشافعی پڑھی؛ ان کے علاوہ متعدد مصری اور شامی علمائے حدیث سے اجازت حاصل کی، خود بھی تحدیث کرتی تھیں، ان سے متعدد ائمہ حدیث نے سماع کیا ہے، حافظ ابن حجر نے اپنی معجم میں ان کا تذکرہ کیا ہے، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آخر میں ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی تھی، امام سخاوی ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

من بیت علم وروایة ذاکرة من الاحادیث — اہل علم اور اصحاب حدیث خانوادہ سے ان کا تعلق تھا، انہیں احادیث زبانی یاد تھیں۔

علم حدیث کے ساتھ، فقہ اور سیرۃ نبوی سے بھی شغف تھا، شعراء کے بہت سے کلام ان کو زبانی یاد تھے اسی کے ساتھ فہم و ذکا اور قوتِ حافظہ کی دولت سے بہرہ ور

تھیں، غرض علم وفضل کے لحاظ سے نویں صدی ہجری کی ممتاز خواتین میں تھیں، امام سخاوی لکھتے ہیں۔

قل ان تری العیون فی النساء خواتین میں ان کی جیسی خواتین کم ہی دیکھی گئیں۔

۸۴۰ھ میں وفات پائی، قاضی برہان الدین سے ان کی شادی ہوئی تھی، ابن عماد نے لکھا ہے کہ اپنے نانا سے روایت کرنے والوں میں یہ آخری راویہ تھیں (شذرات الذہب جلد ۷ ص ۲۳۲)

عائشہ بنت الہادی یہ بھی نویں صدی کی ممتاز اور مشہور خاتون تھیں، امام سخاوی نے انہیں "مسند الدنیا" کے لقب سے یاد کیا ہے، انہوں نے آٹھویں صدی کے سب سے ممتاز محدث شیخ حجاز سے صحیح بخاری اور شیخ عبداللہ بن حسن سے صحیح مسلم پڑھی تھی ان کے علاوہ دوسرے محدثین سے انہوں نے سماع کیا تھا، اور اجازت حاصل کی تھی، الضوء اللامع میں ہے۔

انفردت عن بعض شیوخہا	بڑے بڑے شیوخ سے سماع اور اجازت
بالسماع والاجازۃ فی سائر	میں یہ تمام ممالک اسلامیہ میں ممتاز تھیں۔
الآفاق۔	

تحصیل کے بعد جب مسند تحدیث وروایت پر متمکن ہوئیں تو تشنگان حدیث ہر طرف سے جوق در جوق آکر اس سرچشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھانے لگے، الضوء اللامع میں ہے۔

روت الکثیر واخذ عنہا	کثرت سے روایت کرتی تھیں، ان سے
الائمۃ سیما الرحالۃ	ائمہ حدیث نے استفادہ کیا تھا خصوصیت
فاکثروا وکانت	سے باہر سے آنے والے طلبہ ان سے
سہلۃ فی الاسماع	بہت مستفید ہوئے، سماع حدیث میں
	بڑی تسہیل سے کام لیتی تھیں۔

حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ اس وقت بھی اجازت ان سے روایت کرنیوالے کثرت سے موجود ہیں اور سماعاً روایت کرنے والوں میں بھی متعدد افراد موجود ہیں۔

تحدیث روایت کے سلسلہ میں وہ متعدد چیزوں میں منفرد تھیں، مثلاً سند عال کے ساتھ بذریعہ سماع وہ اپنے زمانہ میں بخاری کی آخری راویہ تھیں، نیز شیخ حجانسے روایت کرنے والوں میں ان کے زمانہ میں ان کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر کے شیوخ میں یہ بھی ہیں ۸۱۰ھ میں وفات پائی۔

فاطمہ نام کی بھی متعدد خواتین ہیں، جنہوں نے حدیث کی خدمت میں حصہ لیا، خصوصیت سے فاطمہ بنت محمد کے متعلق امام سخاوی نے لکھاہے کہ تفردت بالروایۃ عنھم فی الدنیا وحدثت جا بکثیر سمع منھا الائمۃ (الضوء اللامع)

مذکورہ بالا شیوخ سے روایت میں منفرد تھیں، کثرت سے روایت کرتی ہیں ان سے ائمہ فن نے سماع کیا ہے۔

مریم بنت احمد: یہ ایک علمی خانوادہ کی فرد تھیں، ان کو حدیث سے خاص شغف تھا، وانی اور دیوسی اور سلفی جیسے محدثین سے ان کو سماع حاصل تھا، صحیح مسلم اور دمشق مصر اور حجاز کے علمائے حدیث کی مرویات کا خصوصیت سے انہوں نے سماع کیا تھا جوان کو مستحضر تھیں، حافظ ابن حجر ان کے تلامذہ میں ہیں، حافظ سخاوی نے ان سے استفادہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں، کہ

میں نے ان سے ایک معجم کی تخریج کی ہے، اور ان کی بہت سی مسموعات کو خود ان سے سماع کیا ہے۔

پھر لکھتے ہیں۔

نعم الشیخۃ کانت دیانۃ و صیانۃ ومحبۃ فی العلم

نہایت متدین، پاکباز اور علم سے محبت رکھنے والی خاتون تھیں۔

ام ہانی مریم بنت نورالدین: یہ نویں صدی کی سب سے زیادہ مشہور اور ممتاز خاتون تھیں، انکے گھر میں علم وفن شعر وادب کا چرچا مدتوں سے چلا آرہا تھا، ان کے والد، دادا

اور نانا اور کئی لڑکوں کا شمار علماء محدثین میں تھا، لیکن ان کی علمی غور و پرداخت سب سے زیادہ ان کے نانا قاضی فخر الدین نے کی یہ مصر کی رہنے والی تھیں۔

انہوں نے سب سے پہلے قرآن حفظ کیا، اس کے بعد فقہ و ادب میں دستگاہ بہم پہنچائی، اس کے بعد ان کے نانا ان کو مکہ مکرمہ لے گئے جہاں شیوخِ حدیث کی خدمت میں حدیث کا سماع کرایا۔ مصر و حجاز کے بیشتر ممتاز محدثین سے انہوں نے استفادہ کیا تھا، تقریباً صحاح کی تمام کتابیں انہوں نے سماع کی تھیں، صحیح بخاری خاص طور سے شیخ نشاوری سے پڑھی تھیں حدیث کی تکمیل کے بعد خود مسند تحدیث پر فائز ہوئیں، حافظ سخاوی ان کے شاگرد ہیں۔ خود لکھتے ہیں۔

قد حدثت قديما سمع منها الفضلاء وقرأت عليها جميع ما وقفت عليه من مرويها	بہت دنوں سے تحدیث کرتی تھیں ان سے بہت سے فضلاء نے سماع کیا تھا، میں جس قدر ان کی مرویات سے واقف ہو سکا، انکو ان سے پڑھا۔

پھر ان کی دینداری، اخلاق اور حدیث کے ساتھ انکی محبت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهى امرأة صالحة فاضلة كثيرة البهاء عند ذكر الله ورسوله محبة فى الحديث واهله مواظبة على الصوم والتهجد ... حجت فى ثلاث عشرة مرة	یہ ایک صالحہ اور فاضلہ خاتون تھیں اللہ اور رسول کے تذکرہ کے وقت ان پر گریہ طاری ہو جاتا تھا، حدیث اور محدثین سے انہیں محبت تھی، روزے اور تہجد پر مواظبت کرتی تھیں انہوں نے تیرہ حج کئے تھے،

سنہ ۷۸۸ھ میں پیدا ہوئیں، اور ۹۳ برس کی عمر میں سنہ ۸۷۱ھ میں وفات پائی، خوش قسمتی سے وفات مکہ میں ہوئی، اور امام شافعی کے مرقد کے قریب سپرد خاک کی گئیں۔

تندو بنت حسین:۔ یہ نہایت حسین و جمیل خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ اپنے چچا احمد بن اویس

کے ساتھ مصر آئیں۔ وہاں ان سے ظاہر برقوق نے شادی کرلی کسی وجہ سے ظاہر برقوق سے جدائی ہوگئی اس کے بعد اپنے چچازاد بھائی شاہ و سے شادی ہوئی۔ خلیفۂ بغداد کے انتقال کے بعد خود تخت و تاج کی مالک ہوئیں۔ ایک مدت تک منبر پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا رہا ان کی مملکت میں حویزہ اور واسط شامل تھے، ۸۲۲ھ میں انتقال ہوا۔ صاحب علم تھیں۔

رقیہ بنت العفیف :- رقیہ بنت العفیف کا شمار بھی ان محدثات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ خدمت حدیث میں صرف کیا۔ یہ عبدالسلام بن محمد مزروع کی صاحبزادی تھیں مصر و شام کے محدثین ابن المصری ابن سید الناس اور مزی وغیرہ سے ان کو اجازت تھی انھیں محدثین سے وہ روایت بھی کرتی ہیں ۸۰۰ھ میں انتقال ہو۔

عائشۃ بنت علی الدمشقیہ :- انہوں نے اپنے شوہر حافظ شمس الدین الحسنی کے ساتھ ابن الخباز، مرداوی اور دوسرے محدثین سے سماع حدیث کیا تھا، ان کے متعدد شاگرد تھے جن سے انہوں نے حدیث بیان کی ۸۶۰ھ ماہ رمضان میں ان کا انتقال ہوا۔

فاطمہ بنت خلیل :- یہ حنبلی مسلک کی ایک ثقہ، معمر خاتون تھیں یہ حنبلی مسلک کے قاضی القضاۃ ناصر الدین نصر اللہ بن احمد کی بھتیجی ہیں اور اپنی کثیر روایتوں میں شیخ زین الدین قبابی کے شریک رہیں۔ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر نے ان کا تذکرہ قبابی کی تخریج کردہ خواتین میں کیا ہے جس کو المشیخۃ الباسمہ للقبابی کہتے ہیں۔ ۸۳۲ھ جمادی الاولی کے پہلے جمعہ کو قاہرہ میں ان کا انتقال ہوا باب النصر میں ان کی نماز جنازہ ہوئی اور وہیں مدفون ہوئیں۔

خدیجہ بنت العماد :- یہ ابوبکر بن یوسف بن عبدالقادر کی صاحبزادی

تھیں۔ عبداللہ بن تیم ضیائی سے روایت کرتی ہیں ان سے ان کو اجازت بھی حاصل تھی ۸۰۲ھ کے اواخر میں ان کا انتقال ہو۔

خدیجہ بنت الکوری :۔ یہ ابوبکر بن علی بن ابی بکر بن عبدالملک کی صاحبزادی تھیں۔ بنت الکوری کے نام سے مشہور ہوئیں۔ حافظ ابن حجر ان کے شاگردوں میں ہیں اور یہ خود زینب بنت الکمال کے تلامذہ میں تھیں۔ ۸۰۳ھ دمشق میں انکا انتقال ہوا۔

زینب بنت العماد :۔ یہ ابوبکر بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن عباس بن جمعہ ان کی صاحبزادی تھیں۔ شیخ حجار اور عبدالقادر بن الملوک سے حدیث کی سماعت کی تھی۔ ۹۰۳ھ ماہ شوال میں ان کا انتقال ہوا۔

اسی ۹۰۳ھ میں ست الکل نام کی ایک محدثہ گزری ہیں قطلاں کی رہنے والی تھیں پھر مکہ میں قیام پذیر ہوگئی تھیں حافظ ابن حجر نے ان سے سماع کیا تھا۔

سارہ بنت علی السبکی :۔ ان کا تعلق ایک صاحب حیثیت خاندان سے تھا خدمت حدیث کے لئے انہوں نے کئی ملکوں کا سفر کیا۔ احمد بن علی جزری اور زینب بنت الکمال سے روایت کرتی ہیں پہلے ان کی شادی ابوالبقاء سے ہوئی تھی ان کے انتقال کے بعد قاہرہ گئیں اور سری الدین سے شادی ہوئی وہاں سے ان کے ساتھ دمشق گئیں پھر وہاں سے قدس واپس آئیں پھر وہاں سے قاہرہ گئیں اور وہیں ۸۰۵ھ میں انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ستر سے زائد تھی۔

صفیہ بنت القاضی :۔ ان کا تعلق علمی گھرانے سے تھا ان کے والد عمادالدین اسمٰعیل بن محمد اپنے شہر کے قاضی تھے، حجار، ایوب الکحال اور دوسرے محدثین سے اجازت کے ساتھ روایت کرتی ہیں۔ عبدالقادر ایوبی سے حدیث کی سماعت کی تھی۔ ۸۰۱ھ محرم میں انتقال ہوا۔

ست القضاۃ :۔ یہ عبدالوہاب بن عمر بن کثیر کی صاحبزادی ہیں اور حافظ

عمادالدین کی بھتیجی ہیں۔ "قسم بن عساکر" اور دوسرے شیوخ شام سے اجازت کے ساتھ روایت کرتی ہیں "شیخ علی وانی" اور دیگر شیوخ مصر سے بھی روایت کرتی ہیں۔ صلاح الدین نے ان کی روایت کردہ چالیس احادیث کی تخریج کی ہے۔ اسی سے زائد عمر پائی۔ ۸۰۱ھ میں وفات ہوئی۔

عائشہ بنت ابی بکر :- ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ ابوبکر بن احمد بن ابی بکر المغار سے روایت کرتی ہیں ۸۰۳ھ شعبان کی تیرہویں تاریخ کو انتقال ہوا ہے۔

فاطمۃ بنت محمد :- ان کے والد "محمد بن عبدالہادی" صالحیہ کے محتسب تھے انہیں مصر اور شام کے متعدد محدثین ابو نصر شیرازی، حسین کردی عبدالرحیم المنشاوی سے اجازت حدیث حاصل تھی۔ ابن حجر کہتے ہیں۔

قرأت علیہ الکثیر الکتب والاجزاء بالصالحیۃ، ونعم الشیخۃ ماکانت ماتت فی شعبان وقد جاوزت الثمانین

میں نے ان سے صالحیہ میں بہت سی کتابیں اور مختلف حصے پڑھے وہ بہت ہی نیک بخت خاتون تھیں ۸۰۲ھ ماہ شعبان میں ان کا انتقال ہوا انکی عمر اسی سال سے زائد ہو چکی تھی۔

ام الحسن فاطمۃ بنت احمد :- ان کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا ان کا نسب عبداللہ بن جعفر بن زید سے ملتا ہے یہ نقیب الاشراف کی ہمشیرہ تھیں۔ ۳۲ یا ۷۳۳ھ میں پیدا ہوئیں اور اپنے نانا جمال الدین ابراہیم بن الشہاب محمود سے حدیث کی سماعت کی تھی مزی اور محدثین کی ایک جماعت سے ان کو اجازت حاصل تھی اپنے نانا جمال الدین ابراہیم سے روایت کرتی تھیں۔ اپنے وطن "حلب" ہی میں حدیث کی روایت کی ۸۱۳ھ ماہ محرم کے پہلے عشرہ میں انتقال ہوا۔ وفات

کے وقت عمر اسی سے اوپر پہنچ گئی تھی۔

عائشۃ الکنانی :۔ یہ قاضی علاء الدین علی بن محمد بن علی کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا تعلق قبیلہ کنانہ سے تھا۔ یہ ایک نہایت نیک فاضل خوشخط خاتون تھیں۔ قاضی عزالدین بن قاضی المسلمین کی والدہ ہیں۔ علم حدیث میں اعلیٰ ذوق رکھتی تھیں۔ اخیر عمر میں کثیر طلبہ نے ان سے فائدہ اٹھایا، عز بن جماعہ، قاضی موفق الدین حنبلی، ناصر الدین الحراوی سے حدیث کی سماعت کی تھی۔ محب الدین الخلاطی اور شامی اور مصری شیوخ کی ایک جماعت سے انہیں اجازت حدیث حاصل تھی۔ ۷۶۱ھ میں ولادت ہوئی اور ۸۴۱ھ میں وفات پائی۔

ام الہنا بنت محمد :۔ ان کا تعلق بھی علمی خاندان سے تھا۔ یہ قاضی ناصر الدین بدرانی مصری کی صاحبزادی ہیں۔ نہایت نیک بزرگ صاحب ذوق خاتون تھیں۔ حمصی لکھتے ہیں: کانت فاضلة ولھا روایة فی الحدیث وہ ایک فاضلہ خاتون تھیں وہ حدیث میں روایت بھی کرتی ہیں۔ ۸۱۱ھ جمادی الاولیٰ کو قاہرہ میں انتقال ہوا۔

خدیجۃ بنت البیلونی :۔ یہ محمد بن حسن البابی الحلبی کی صاحبزادی ہیں جو بنت البیلونی کے نام سے مشہور ہوئیں۔ یہ حنفی المسلک کی ایک نہایت نیک دیندار عبادت گذار صوم صلوٰۃ کی پابند اور فقیہ خاتون تھیں۔ ان کا خاندان گرچہ شافعی المسلک تھا لیکن انہوں نے اپنی طہارت کے پیش نظر صرف ایک مسئلہ کی وجہ سے حنفی مسلک کو ترجیح دی اور وہ مسئلہ یہ تھا کہ مس زوج ناقض وضو ہے یا نہیں؟ کمال الناسخ طرابلسی اور دوسرے محدثین سے ان کو صحیح بخاری کی روایت کی اجازت حاصل تھی ۸۳۸ھ ماہ رمضان میں ان کا

انتقال ہوا۔

زینب بنت محمد :- یہ محمد بن احمد الغزی الشافعی کی صاحبزادی ہیں۔ یہ نہایت دیندار پاکباز عابدہ وزاہدہ اور اہل علم خاتون تھیں۔ علم حدیث سے دلچسپی کے ساتھ ان کو شعروادب سے عمدہ ذوق تھا۔ کواکب میں لکھا ہے کانت من أفاضل النساء من اهل العلم والدين والصلاح وہ ایک فاضل اہل علم دیندار صلاح وتقوی والی خاتون تھیں ۹۱۰ھ میں پیدا ہوئیں۔ اپنے والد اور سگے بھائی سے علم حاصل کیا۔ اپنے خط میں اپنے والد کی بہت سی تحریریں نقل کی تھیں۔ اور اپنے ایک قصیدہ سے ان کی تعریف بھی کی ہے جن میں سے کچھ اشعار یہ ہیں۔

انما العالم الذی جمع العلم و اکمل

بے شک وہ ایسے عالم ہیں جنہوں نے علم کو اس کی انتہا تک حاصل کیا۔

قام فیه بحقه یتبع العلم بالعمل

انہوں نے علم کا حق ادا کر دیا۔ وہ علم کو عمل کے ساتھ ملاتے ہیں۔

سهر اللیل کله بنشاط بلا کسل

وہ نشاط کے ساتھ شب بیداری کرتے ہیں اس میں کسی طرح کی کوئی سستی نہیں آنے دیتے۔

فهو فی الله دابه ابد الدهر لم یزل

یہ رضائے الہی کے حصول کے لئے انکی عادت سی بن گئی ہے وہ مسلسل ہمیشہ ایسا کرتے رہتے ہیں

حاذ علما بخشیة وبدنیاه ما اشتغل

خشیت الہی کیساتھ انہوں نے علم حاصل کیا وہ دنیا میں کبھی مشغول نہیں ہوئے۔

اس کے علاوہ مواعظ اور دوسرے موضوعات پر بھی ان کے اشعار ہیں۔ مواعظ کے موضوع پر انکے اشعار نہایت عمدہ صاف ستھرا اور سلیس ہیں اور

الفاظ میں شوکت اور متانت پائی جاتی ہے۔

فاطمۃ بنت یوسف :- یہ حنبلی مسلک کی ایک دیندار نیک عابدہ و زاہدہ اور اہل ثروت خاتون تھیں۔ شیخ محمد شاہ برہان الدین سے ان کو سماع حاصل تھا۔ اخیر عمر میں بہت زیادہ زہد و تقویٰ اختیار کرنے لگیں تھیں۔ اپنی عمر میں انہوں نے تین بار حج کیا۔ ۸۲۵ھ مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی۔

فاطمۃ بنت قریمزان :- یہ عبدالقادر بن محمد بن عثمان کی صاحبزادی تھیں جو بنت قریمزان کے نام سے مشہور ہوئیں۔ یہ حلب کی ایک بہت زیادہ عابدہ و زاہدہ اور نیک خاتون تھیں مرض کی حالت میں بھی ان سے کوئی نماز نہیں چھوٹتی تھی۔ زبان و ادب سے بھی گہری دلچسپی رکھتی تھیں۔ بہترین فصیح و بلیغ عبارت لکھتی تھیں خط بھی عمدہ تھا ان کی کچھ لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔ عادلیہ اور دجاجیہ دونوں جگہوں کے لوگوں کا مرجع تھیں۔ ۴ محرم ۸۷۸ھ میں پیدا ہوئیں اور ۹۶۶ھ میں وفات پائی۔

دسویں صدی ہجری تک کی ان ہی محدثات کے تذکرے پر یہ سلسلہ فی الحال ختم کیا جاتا ہے۔